عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۵ | ۱۰ تا ۱۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ / جون ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۲۳

ام المومنین
حضرت خدیجۃ الکبریٰ
فضائل ومناقب

زکوٰۃ
دولت کی تقسیم کا انقلابی نظام

زکوٰۃ کے چند مسائل ومصارف

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

روزے کے بعض مسائل

س:.....اگر کسی کو مسوڑھوں اور دانتوں سے خون آنے کی بیماری ہو اور روزہ کی حالت میں خون حلق تک چلا جائے تو اس سے روزہ پر کیا اثر پڑے گا؟

ج:.....اگر اس بات کا یقین ہو کہ خون حلق میں چلا گیا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا لازم ہوگی۔

س:.....کیا روزہ کی حالت میں سگریٹ پینا منع ہے، اس سے روزہ خراب ہو جاتا ہے؟

ج:.....روزے کی حالت میں سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر جان بوجھ کر ایسا کرے تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

س:.....روزہ کی حالت میں انجکشن یا ڈرپ لگانا اور لگوانا صحیح ہے؟

ج:.....انجکشن یا ڈرپ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا صحیح ہے۔

س:.....کیا آنکھ، کان، ناک میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج:.....آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن کان اور ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، کیونکہ ناک اور کان میں ڈالی گئی دوا حلق یا دماغ تک پہنچ جاتی ہے، اس لئے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ آنکھ میں ڈالی گئی دوا براہ راست حلق یا دماغ تک نہیں پہنچتی اس وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

س:.....اگر سحری کے بعد فوراً ہی الٹی ہو جائے تو کیا روزہ ٹوٹ گیا؟

ج:.....قے اگر خود سے آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر منہ تک آنے پر واپس نگل لی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا اگر حلق تک آ کر خود ہی لوٹ جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

س:.....اگر ایک شخص روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کرلے تو کیا صرف اس پر ہی کفارہ ہوگا یا اس کی بیوی پر بھی کفارہ لازم ہوگا جبکہ وہ راضی بھی نہ ہو؟

ج:.....اگر بیوی نے اختیار دے دیا ہو تو میاں بیوی دونوں پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا، قضا روزہ کے ساتھ ۶۰ روزے کفارے کے بھی رکھنے ہوں گے، تسلسل کے ساتھ اگر ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرنا پڑیں گے۔ البتہ عورت کو حیض کی وجہ سے جو وقفہ کرنا پڑے وہ معاف ہے۔

س:.....اگر کوئی پیاس کی وجہ سے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو کیا حکم ہے؟

ج:.....اگر کوئی شخص کمزور ہو اور بھوک پیاس کی وجہ سے حالت غیر ہو جائے اور زندگی کا خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ روزہ توڑ سکتا ہے اور اگر ایسی حالت نہیں تھی اور روزہ توڑ دیا تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

منت کے روزے کا حکم

س:.....اگر کسی نے منت مانی ہو کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو اتنے روزے رکھوں گا پھر وہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو جائے، لیکن اب یہ شخص ضعیف العمری کے سبب روزہ نہ رکھ سکے تو کیا وہ اس کے بدلہ فدیہ دے سکتا ہے؟

ج:.....اگر اس قدر بیمار یا ضعیف ہے کہ دوبارہ کبھی صحت یاب ہونے کی امید نہ ہو تو فدیہ دینا صحیح ہے، کسی محتاج وضرورت مند کو ایک روزہ کے بدلہ ایک صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے دے اور آئندہ کبھی صحت یاب ہو جائے تو فدیہ کالعدم ہو جائے گا اور پھر روزہ ہی رکھنا ہوگا۔

☆☆.............☆☆

ہفت روزہ

ختمِ نبوت

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۵ ۱۰ تا ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ ر جون ۲۰۱۶ء شمارہ: ۲۳

اس شمارے میں!

عشرہ اخیرہ کا اعتکاف	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
زکوٰۃ... دولت کی تقسیم کا انقلابی نظام	۷	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
مولانا محمد لقمان جلال پوری کی رحلت	۱۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا شجاع آبادی کے تبلیغی اسفار	۱۳	․ ․ ․ ․
تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن	۱۸	بیان: مولانا اللہ وسایا مدظلہ
قادیانی جماعت کے لاہوری گروپ کا عقیدہ	۲۱	جناب محمد متین خالد
اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	۲۵	ڈاکٹر ساجد خاکوانی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

احادیث قدسیہ

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدس کے معنی پاکیزہ اور طاہر کے ہیں، اسی معنی میں ارض مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے: "یقوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب الله لکم۔"

اللہ تعالیٰ چونکہ تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہیں، اس لئے ان کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ کی طرف منسوب ہے اسی لئے احادیث قدسی کو احادیث الٰہی اور آثار الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبرئیلؑ بیان فرماتے تھے اور کبھی براہ راست حضرت حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا اور جبرئیلؑ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

پس حدیث قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا حضرت جبرئیلؑ کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے حدیث قدسی کی حسب ذیل الفاظ میں تعریف کی ہے:

ترجمہ: "یعنی حدیث قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبرئیلؑ اور کبھی بطریق الہام وحی اور کبھی بذریعہ خواب اور اس کے بیان کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہوں کہ جن الفاظ اور عبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔"

حدیث قدسی کو نقل کرنے میں روایت حدیث نے دو طریقے اختیار کئے ہیں، ایک تو "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما یروی عن ربہ" اور دوسرا طریقہ نقل کیا ہے: "قال اللّٰہ تعالیٰ فیما رواہ عنہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" ان دونوں طریقوں کا مطلب ایک ہی ہے یعنی حدیث قدسی اللہ کا قول ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو پہنچایا ہے۔

حدیث قدسی کے سلسلے میں ایک عام شبہ کیا جاتا ہے، جس کا جواب اصول کی کتابوں میں مذکور ہے وہ شبہ یہ ہے کہ حدیث قدسی اور قرآن جب دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں تو حدیث قدسی اور قرآن میں کیا فرق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن جبرائیل ہی کے واسطے سے نازل ہوتا ہے اور حدیث قدسی کبھی خواب میں کبھی الہام کے ذریعہ کبھی کسی فرشتے کے واسطے سے اور کبھی براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں القا کی جاتی ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ وہی ہیں جو لوح محفوظ سے یقینی طور پر نازل کئے گئے ہیں اور حدیث قدسی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ جن الفاظ میں چاہیں اس کے مفہوم کو بیان کردیں۔ آپ پر الفاظ کی پابندی نہیں ہے۔ قرآن شریف ہر زمانہ میں تواتر کے ساتھ قطعی طور پر نقل ہوا ہے اور حدیث قدسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے، اس لئے اگر حدیث قدسی کو قرآن کے بجائے نماز میں پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوگی۔ قرآن شریف کلام معجز ہے اور حدیث قدسی کلام معجز نہیں ہے، قرآن شریف کا منکر کافر ہے، حدیث قدسی کا منکر کافر نہیں ہے۔

بعض حضرات اہل علم نے فرمایا ہے قرآن وہ الفاظ ہیں جن کو روح الامین کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور حدیث قدسی وہ معنی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق الہام خبر دی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بتائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان معنی کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔ ان تمام جوابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے تو الفاظ بھی منزل من اللہ ہیں اور حدیث قدسی کے الفاظ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ قرآن شریف معجز ہے اور حدیث قدسی معجز نہیں ہے۔ قرآن شریف کی نقل متواتر ہے اور حدیث قدسی کی نقل کو تواتر میسر نہیں ہے۔

ایک بات اور بھی یاد رکھنی چاہئے جس طرح احادیث قدسی اور قرآن شریف میں ہے، اسی طرح حدیث قدسی اور دوسری احادیث میں بھی فرق ہے اور وہ فرق اس قدر ہے کہ احادیث قدسیہ وہ ہیں جو حضرت حق جل مجدہ کی جانب منسوب کی جائیں باقی تمام احادیث نہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کی جاتی ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ سے ان کو روایت کیا جاتا ہے۔

اگرچہ احادیث قدسیہ محض ان حدیثوں کو کہا جاتا ہے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کیا ہو اور اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہو اسی لئے متقدمین کے نزدیک احادیث قدسیہ کی تعداد بہت کم ہے لیکن متاخرین نے اس میں توسیع کی ہے اور ہر وہ حدیث جس میں اللہ تعالیٰ کا قول مذکور ہوا اس کو بھی حدیث قدسی میں داخل کیا ہے۔☆☆

ادارہ

محمد اعجاز مصطفی

عشرہ اخیرہ کا اعتکاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبت کے سو درجے بنائے ہیں، صرف ایک حصہ دنیا میں اتارا ہے، جس کی بنا پر ہر ذی روح اپنی اولاد یا دوسروں سے محبت اور پیار کرتا ہے، باقی ننانوے حصے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مستور کر رکھے ہیں، قیامت والے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ان ننانوے حصوں کے ساتھ اپنے بندے سے محبت فرمائیں گے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرا کوئی بندہ آگ میں جائے۔ اسی لئے اپنے بندوں کو سمجھانے اور راہِ حق دکھانے کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو مبعوث فرمایا، ان پر کتابیں نازل فرمائیں، ان کو معجزات عطا فرمائے اور اس سے بڑھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ''... تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عقائد، اخلاق، معاشرت، عبادات اور معاملات ہر ایک چیز میں راہنمائی فرمائی۔ پیدائش سے لے کر موت تک ایک انسان کو جو جو حالات، واقعات اور مسائل سے سابقہ ہو سکتا ہے۔ ان سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہنمائی فرمائی ہے اور مسلمان اس لحاظ سے بہت ہی زیادہ خوش قسمت اور سعادت مند ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی لافانی نعمتوں میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ کتاب وہ عطا فرمائی جو سب کتابوں سے اعلیٰ، نبی وہ عطا فرمائے جو تمام نبیوں کے سردار، مہینہ وہ عطا فرمایا جو تمام مہینوں سے اعلیٰ، دن وہ عطا فرمایا جو تمام دنوں کا سردار، رات وہ عطا فرمائی جو تمام راتوں کی سردار۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں اعمالِ صالحہ اور نیکیوں کا اجر وثواب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک نیکی جس کا اجر کم سے کم دس گنا اور بڑھتے بڑھتے سات سو گنا تک ہو جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک نفل کا درجہ فرض تک پہنچ جاتا ہے اور ایک فرض ستر گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اس ماہ میں قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کا معمول بنایا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں قرآن کریم کا دور حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا کرتے تھے اور رمضان میں ایک خاص رات اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھی ہے کہ اس رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ اس رات کو لیلۃ القدر اور عظمت والی رات کہا جاتا ہے۔ اس کی تلاش کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے ابتدائی عشرہ کا اعتکاف کیا، اس کے نہ ملنے پر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر تیسرے عشرہ کا اعتکاف کیا اور پھر امت کو بتلا دیا کہ اس رات کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور خصوصاً اس کی طاق راتوں میں اس کی تلاش کا خوب اہتمام کرو۔ اس رات کے حصول کے لئے اعتکاف جیسی عبادت مسنون قرار دی اور جو آدمی خواہ مرد ہو یا عورت جو بھی عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کر لیتا ہے تو اس کو شب قدر مل ہی جاتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر کریں اور عبادات واعمال صالحہ کے ذریعے اسے قیمتی بنائیں۔ خصوصاً جن حضرات وخواتین کے لئے ممکن ہو تو

وہ ضرور عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کریں۔ اب اعتکاف کے متعلق چند مسائل نقل کئے جاتے ہیں جو شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ نے تحریر فرمائے ہیں:

"۱:......رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنتِ کفایہ ہے، اگر محلے کے کچھ لوگ اس سنت کو ادا کریں تو مسجد کا حق جو اہلِ محلہ پر لازم ہے، ادا ہو جائے گا۔ اور اگر مسجد خالی رہی اور کوئی شخص بھی اِعتکاف میں نہ بیٹھا تو سب محلے والے لائقِ عتاب ہوں گے اور مسجد کے اِعتکاف سے رہنے کا وبال پورے محلے پر پڑے گا۔ ۲:......جس مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو، اس میں اِعتکاف کے لئے بیٹھنا چاہئے، اور اگر مسجد ایسی ہو جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اس میں نماز باجماعت کا انتظام کرنا اہلِ محلہ پر لازم ہے۔ ۳:......عورت اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کے لئے مقرر کرکے وہاں اِعتکاف کرے، اس کو مسجد میں اِعتکاف بیٹھنے کا ثواب ملے گا۔ ۴:......اِعتکاف میں قرآن مجید کی تلاوت، دُرود شریف، ذکر و تسبیح، دینی علم سیکھنا اور سکھانا اور انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے حالات پڑھنا سننا اپنا معمول رکھے، بے ضرورت بات کرنے سے احتراز کرے۔ ۵:......اِعتکاف میں بے ضرورت اِعتکاف کی جگہ سے نکلنا جائز نہیں، ورنہ اِعتکاف باقی نہیں رہے گا، (واضح رہے کہ اِعتکاف کی جگہ سے مراد وہ پوری مسجد ہے جس میں اِعتکاف کیا جائے، خاص وہ جگہ مراد نہیں جو مسجد میں اِعتکاف کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہے)۔ ۶:...... پیشاب، پاخانہ اور غسلِ جنابت کے لئے باہر جانا جائز ہے، اسی طرح اگر گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا کھانے کے لئے گھر جانا بھی جائز ہے۔ ۷:......جس مسجد میں معتکف ہے اگر وہاں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد میں جانا بھی دُرست ہے، مگر ایسے وقت جائے کہ وہاں جاکر تحیۃ المسجد اور سنت پڑھ سکے، اور نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر فوراً اپنے اِعتکاف والی مسجد میں واپس آجائے۔ ۸:......اگر بھولے سے اپنی اِعتکاف کی مسجد سے نکل گیا تب بھی اِعتکاف ٹوٹ گیا۔ ۹:......اِعتکاف میں بے ضرورت دُنیاوی کام میں مشغول ہونا، مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: بے ضرورت خرید و فروخت کرنا، ہاں اگر کوئی غریب آدمی ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، وہ اِعتکاف میں بھی خرید و فروخت کرسکتا ہے، مگر خرید و فروخت کا سامان مسجد میں لانا جائز نہیں۔ ۱۰:......حالتِ اِعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا دُرست نہیں، ہاں! اگر ذکر و تلاوت وغیرہ کرتے کرتے تھک جائے تو آرام کی نیت سے چپ بیٹھنا صحیح ہے۔ بعض لوگ اِعتکاف کی حالت میں بالکل ہی کلام نہیں کرتے، بلکہ سر منہ لپیٹ لیتے ہیں، اور اس چپ رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اچھی باتیں کرنے کی اجازت ہے، ہاں! بُری باتیں زبان سے نہ نکالے۔ اسی طرح فضول اور بے ضرورت باتیں نہ کرے، بلکہ ذکر و عبادت اور تلاوت و تسبیح میں اپنا وقت گزارے، خلاصہ یہ کہ محض چپ رہنا کوئی عبادت نہیں۔ ۱۱:......رمضان المبارک کے دس دن اِعتکاف پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں اِعتکاف کی نیت سے داخل ہوجائے، کیونکہ بیسویں تاریخ کا سورج غروب ہوتے ہی آخری عشرہ شروع ہوجاتا ہے، پس اگر سورج غروب ہونے کے بعد چند لمحے بھی اِعتکاف کی نیت کے بغیر گزر گئے تو اِعتکاف مسنون نہ ہوگا۔ ۱۲:......اِعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، پس اگر خدانخواستہ کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو اِعتکاف مسنون بھی جاتا رہا۔ ۱۳:......معتکف کو کسی کی بیمار پُرسی کی نیت سے مسجد سے نکلنا دُرست نہیں، ہاں! اگر اپنی طبعی ضرورت کے لئے باہر گیا تھا، اور چلتے چلتے بیمار پُرسی بھی کرلی تو صحیح ہے، مگر وہاں ٹھہرے نہیں۔ ۱۴:......رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف تو مسنون ہے، ویسے مستحب یہ ہے کہ جب بھی آدمی مسجد میں جائے، تو جتنی دیر مسجد میں رہنا ہو اِعتکاف کی نیت کرلے۔ ۱۵:......اِعتکاف کی نیت دِل میں کرلینا کافی ہے، اگر زبان سے بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کو قیمتی بنانے اور اس میں اپنی بخشش کرانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس ماہ میں کی گئی ہماری اور پوری امت کی تمام عبادات کو قبول فرمائیں اور ان اعمال کو آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

زکوٰۃ: دولت کی تقسیم کا انقلابی نظام

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

زکوٰۃ کی فرضیت:

زکوٰۃ، اسلام کا اہم ترین رُکن ہے، قرآن کریم میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں بھی اس کی اہمیت و افادیت اور اس کے ادا نہ کرنے کے وبال کو بہت ہی نمایاں کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

"والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم. یوم یحمٰی علیها فی نار جهنم فتکوٰی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لأنفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون." (التوبہ:۳۴،۳۵)

ترجمہ:……"جو لوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جس دن ان سونے، چاندی کے خزانوں کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کے چہروں، ان کی پشتوں اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائے گا، (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ تھا تمہارا مال جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، پس اپنے جمع کئے کی سزا چکھو۔"

حدیث میں ارشاد ہے کہ: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ۱:اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ۲:نماز قائم کرنا۔ ۳:زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۴:بیت اللہ کا حج کرنا۔ ۵:رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

"قال عبدالله: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: بنی الاسلام علیٰ خمس: شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله، واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وحج البیت وصوم رمضان."

(رواہ البخاری ومسلم واللفظ لہ ج:۱ ص:۳۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: "جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی، اس نے اس کے شر کو دور کردیا۔"

"من ادی زکوٰة ماله فقد ذهب عنه شره." (کنز العمال حدیث:۱۵۷۷۸، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۶۳، وقال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن وان کان فی بعض رجالہ کلام)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: "جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی، اس سے تم سبکدوش ہوگئے۔"

"عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علی وسلم قال: اذا ادیت زکوٰة مالک فقد قضیت ما علیک." (ترمذی ج:۱ ص:۷۸، ابن ماجہ ص:۱۲۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: "اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو، اپنے بیماروں کا صدقے سے علاج کرو، اور مصائب کے طوفانوں کا دُعا و تضرع سے مقابلہ کرو۔" (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے کہ: "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت میں اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا، اور اس کی گردن سے لپٹ کر گلے کا طوق بن جائے گا۔"

"عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ما من احد لا یؤدی زکوٰة ماله الا مثل له یوم القیامة شجاعا اقرع حتی یطوق عنقه." (سنن نسائی ج:۱ ص:۳۳۳، و سنن ابن ماجہ، ص:۱۲۸، واللفظ لہ)

اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں، جن میں زکوٰۃ نہ دینے پر قیامت کے دن ہولناک سزاؤں کی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

زکوٰۃ کے فوائد:

حق تعالیٰ شانہ نے جتنے اَحکام اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں ان میں بے شمار حکمتیں ہیں جن کا انسانی عقل احاطہ نہیں کرسکتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا فریضہ عائد کرنے میں بھی بہت سی حکمتیں رکھی ہیں، اور سچی بات یہ ہے کہ یہ نظام ایسا پاکیزہ و مقدس اور اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ انسانی عقل اس کی بلندیوں تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہے، یہاں چند

عام فہم فوائد کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔

۱:...... آج پوری دُنیا میں سوشلزم کی بات ہو رہی ہے، جس میں غریبوں کی فلاح و بہبود کا نعرہ لگا کر انہیں متمول طبقے کے خلاف اُکسایا جاتا ہے، اس تحریک سے غریبوں کا بھلا کہاں تک ہوتا ہے؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے، مگر یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امیر و غریب کی یہ جنگ صرف اس لئے پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے متمول طبقے کے ذمہ پسماندہ طبقے کے جو حقوق عائد کئے تھے ان سے انہوں نے پہلوتہی کی، اگر پورے ملک کی دولت کا چالیسواں حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا جائے اور یہ عمل ایک وقتی سی چیز نہ رہے، بلکہ ایک مسلسل عمل کی شکل اختیار کرلے، اور امیر طبقہ کسی ترغیب و تحریص اور کسی جبر و اکراہ کے بغیر ہمیشہ یہ فریضہ ادا کرتا رہے اور پھر اس رقم کی منصفانہ تقسیم مسلسل ہوتی رہے تو کچھ عرصے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ غرباء کو امیروں سے شکایت ہی نہیں رہے گی، اور امیر و غریب کی جس جنگ سے دُنیا جہنم کدہ بنی ہوئی ہے، وہ اس نظام کی بدولت راحت و سکون کی جنت بن جائے گی۔

میں صرف پاکستان کی ملتِ اسلامیہ سے نہیں، بلکہ دُنیا بھر کے انسانوں اور معاشروں سے کہتا ہوں کہ وہ اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کو نافذ کرکے اس کی برکات کا مشاہدہ کریں اور سرمایہ دار ملکوں کی جتنی دولت کمیونزم کا مقابلہ کرنے پر صَرف ہو رہی ہے وہ بھی اسی مد میں شامل کرلیں۔

۲:...... مال و دولت کی حیثیت انسانی معیشت میں وہی ہے جو خون کی بدن میں ہے، اگر خون کی گردش میں فتور آجائے تو انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات دل کا دورہ پڑنے سے انسان کی اچانک موت واقع ہوجاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر دولت کی گردش منصفانہ نہ ہو، تو معاشرے کی زندگی خطرے میں ہوتی ہے، اور کسی وقت بھی حرکتِ قلب بند ہوجانے کا خوف طاری رہتا ہے۔ حق تعالیٰ نے دولت کی منصفانہ تقسیم اور عادلانہ گردش کے لئے جہاں اور بہت سی تدبیریں ارشاد فرمائی ہیں، ان میں سے ایک زکوٰۃ و صدقات کا نظام بھی ہے، اور جب تک یہ نظام صحیح طور پر نافذ نہ ہو اور معاشرہ اس نظام کو پورے طور پر ہضم نہ کرلے تب تک نہ دولت کی منصفانہ گردش کا تصوّر کیا جاسکتا ہے، اور نہ معاشرہ اختلال و زوال سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

۳:...... پورے معاشرے کو ایک اکائی تصوّر کیجئے، اور معاشرے کے افراد کو اس کے اعضاء سمجھئے، آپ جانتے ہیں کہ کسی حادثے یا صدمے سے کسی عضو میں خون جمع ہوکر منجمد ہوجائے تو وہ گل سڑ کر پھوڑے پھنسی کی شکل میں پیپ بن کر بہ نکلتا ہے۔ اسی طرح جب معاشرے کے اعضاء میں ضرورت سے زیادہ خون جمع ہوجاتا ہے تو وہ بھی سڑنے لگتا ہے، اور پھر کبھی تعیش پسندی اور فضول خرچی کی شکل میں نکلتا ہے، کبھی عدالتوں اور وکیلوں کے چکر میں ضائع ہوتا ہے، کبھی بیماریوں اور اسپتالوں میں لگتا ہے، کبھی اُونچی اُونچی بلڈنگوں اور محلات کی تعمیرات میں برباد ہوجاتا ہے (اور اس بربادی کا احساس آدمی کو اس وقت ہوتا ہے جب اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوجاتے ہیں اور اسے بیک بنی و دوگوش یہاں سے باہر نکال دیا جاتا ہے)۔

قدرت نے زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ ان پھوڑے پھنسیوں کا علاج تجویز کیا ہے، جو دولت کے انجماد کی بدولت معاشرے کے جسم پر نکل آتی ہیں۔

۴:...... اپنے بنی نوع سے ہمدردی، انسانیت کا عمدہ ترین وصف ہے، جس شخص کا دل اپنے جیسے انسانوں کی بے چارگی، غربت و افلاس، بھوک، فقر و فاقہ اور تنگ دستی و زبوں حالی دیکھ کر نہیں پسیجتا، وہ انسان نہیں جانور ہے، اور چونکہ ایسے موقعوں پر شیطان اور نفس، انسان کو انسانی ہمدردی میں اپنا کردار ادا کرنے سے باز رکھتے ہیں، اس لئے بہت کم آدمی اس کا حوصلہ کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کمزور بندوں کی مدد کے لئے امیر لوگوں کے ذمہ یہ فریضہ عائد کردیا ہے، تاکہ اس فریضۂ خداوندی کے سامنے وہ کسی نادان دوست کے مشورے پر عمل نہ کریں۔

۵:...... مال، جہاں انسانی معیشت کی بنیاد ہے، وہاں انسانی اخلاق کے بنانے اور بگاڑنے میں بھی اس کو گہرا دخل ہے، بعض دفعہ مال کا نہ ہونا انسان کو غیرانسانی حرکات پر آمادہ کردیتا ہے، اور وہ معاشرے کی ناانصافی کو دیکھ کر معاشرتی سکون کو غارت کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔

بعض اوقات وہ چوری، ڈکیتی، سٹہ اور جوا جیسی قبیح حرکات شروع کردیتا ہے، کبھی غربت و افلاس کے ہاتھوں تنگ آکر وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھولینے کا فیصلہ کرلیتا ہے، کبھی وہ پیٹ کا جہنم بھرنے کے لئے اپنی عزت و عصمت کو نیلام کرتا ہے، اور کبھی فقر و فاقہ کا مداوا ڈھونڈنے کے لئے اپنے دین و ایمان کا سودا کرتا ہے، اسی بنا پر ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

"کاد الفقر أن یکون کفرًا۔"

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص:۴۲۹، وعزاہ فی الدر المنثور ج:۲ ص:۴۲۰، ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی شعب الایمان وذکرہ الجامع الصغیر، معزیًا الی ابی نُعیم فی الحلیۃ، وقال السخاوی طرقہ کلھا ضعیف کما فی المقاصد الحسنۃ وفیض القدیر شرح جامع الصغیر ج:۴ ص:۵۴۲، وقال العزیزی (ج:۴ ص:۴) ھو حدیث ضعیف، وفی تذکرۃ

الموضوعات للشيخ محمد طاهر الفتني (۱۷۴) ضعیف ولکن صح من قول ابی سعید)

یعنی ''فقر و فاقہ آدمی کو قریب قریب کفر تک پہنچا دیتا ہے۔'' اور فقر و فاقہ میں اپنے منعمِ حقیقی کی ناشکری کرنا تو ایک عام بات ہے۔

یہ تمام غیر انسانی حرکات، معاشرے میں فقر و فاقہ سے جنم لیتی ہیں، اور بعض اوقات گھرانوں کے گھرانوں کو برباد کر کے رکھ دیتی ہیں، ان کا مداوا ڈھونڈنا معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے، اور صدقات و زکوٰۃ کے ذریعے خالقِ کائنات نے ان برائیوں کا سدِ باب بھی فرمایا ہے۔

۶:...... اس کے برعکس بعض اخلاقی خرابیاں وہ ہیں جو مال و دولت کے افراط سے جنم لیتی ہیں، امیرزادوں کو جو جو چونچلے سوجھتے ہیں، اور جس قسم کی غیر انسانی حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں، انہیں بیان کرنے کی حاجت نہیں، صدقات و زکوٰۃ کے ذریعے حق تعالیٰ نے مال و دولت سے پیدا ہونے والی اخلاقی برائیوں کا بھی انسداد فرمایا ہے، تاکہ ان لوگوں کو غرباء کی ضروریات کا بھی احساس رہے اور غرباء کی حالت ان کے لئے تازیانۂ عبرت بھی ہے۔

۷:...... زکوٰۃ و صدقات کے نظام میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے وہ مصائب و آفات ٹل جاتی ہیں جو انسان پر نازل ہوتی رہتی ہیں، اسی بناء پر بہت سی احادیثِ شریفہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ صدقہ سے رَدِّ بلا ہوتا ہے، اور انسان کی جان و مال آفات سے محفوظ رہتی ہے۔

عام لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی شخص بیمار پڑ جائے تو صدقے کا بکرا ذبح کر دیتے ہیں، وہ مسکین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید بکرے کی جان کی قربانی دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی، ان لوگوں نے صدقے کے مفہوم کو نہیں سمجھا، صدقہ صرف بکرا ذبح کر دینے کا نام نہیں، بلکہ اپنے پاک مال سے کچھ حصہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی ضرورت مند کے حوالے کر دینے کا نام ہے، جس میں ریا و تکبر اور فخر و مباہات کی کوئی آلائش نہ ہو، اس لئے جب کوئی آفت پیش آئے، صدقے سے اس کا علاج کرنا چاہئے، آپ جتنی ہمت و استطاعت رکھتے ہیں تو بازار سے اس کی قیمت معلوم کر کے اتنی قیمت کسی محتاج کو دے دیجئے، یا بکرا ہی خرید کر کسی کو صدقہ کر دیجئے، الغرض بکرے کو ذبح کرنے کو رَدِّ بلا میں کوئی دخل نہیں، بلکہ بلا تو صدقے سے ٹلتی ہے، اس لئے صرف شدید بیماری نہیں، بلکہ ہر آفت و مصیبت میں صدقہ کرنا چاہئے، بلکہ آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے سے پہلے صدقے سے ان کا تدارک ہونا چاہئے، ہمارا متمول طبقہ جس قدر دولت میں کھیلتا ہے، بدقسمتی سے آفات و مصائب کا شکار بھی اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔

اس کا سبب بھی یہی ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتے، اور جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے، اتنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

۸:...... زکوٰۃ و صدقات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے مال و دولت میں برکت ہوتی ہے، اور زکوٰۃ و صدقات میں بخل کرنا آسمانی برکتوں کے دروازے بند کر دیتا ہے، حدیث میں ہے کہ: ''جو قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر قحط اور خشک سالی مسلط کر دیتا ہے، اور آسمان سے بارش بند ہو جاتی ہے۔'' (طبرانی، حاکم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ چار چیزوں کا نتیجہ چار چیزوں کی شکل میں ہوتا ہے:

۱:- جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اس پر دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۲:- جب وہ ما انزل اللہ کے خلاف فیصلے کرتی ہے، تو قتل و خونریزی اور موت عام ہو جاتی ہے۔

۳:- جب کوئی قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے تو ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔

۴:- جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے اور قوم پر قحط مسلط ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا تجویز فرمودہ نظامِ زکوٰۃ و صدقات انقلابی نظام ہے، جس سے معاشرے کو راحت و سکون کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے، اور اس سے انحراف کا نتیجہ معاشرے کے افراد کی بے چینی و بے اطمینانی کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔

۹:...... یہ تمام اُمور تو وہ تھے جن کا تعلق دُنیا کی اسی زندگی سے ہے، لیکن ایک مؤمن جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو، یہ دُنیوی زندگی ہی اس کا منتہائے نظر نہیں، بلکہ اس کی زندگی کی ساری تگ و دو آخرت کی زندگی کے لئے ہے، وہ اس دارِ فانی کی محنت سے اپنا آخرت کا گھر سجانا چاہتا ہے، وہ اس تھوڑی سی چند روزہ زندگی سے آخرت کی دائمی زندگی کی راحت و سکون کا متلاشی ہے۔ عام انسانوں کی نظر صرف اس دُنیا تک محدود ہے، اور وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف اسی دُنیا کی فلاح و بہبود کے لئے کرتے ہیں، جس منصوبے کی تشکیل کرتے ہیں، محض اس زندگی کے خاکوں اور نقشوں کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے صدقات و زکوٰۃ کے ذریعہ اہلِ ایمان کو آخرت کے بینک میں اپنی دولت منتقل کرنے کا گُر بتایا ہے، زکوٰۃ و صدقات کی شکل میں جو رقم دی جاتی ہے وہ براہِ راست آخرت کے بینک میں جمع ہوتی ہے، اور یہ آدمی کو اس دن کام آئے گی جب وہ خالی ہاتھ یہاں کی چیزیں یہیں چھوڑ کر رخصت ہوگا:

''سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا''

اس لئے بہت ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو

اپنی دولت یہاں سے وہاں منتقل کرنے میں پیش قدمی کرتے ہیں۔

۱۰:...... انسان دُنیا میں آتا ہے تو بہت سے تعلقات اس کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، ماں باپ کا رشتہ، بہن بھائیوں کا رشتہ، عزیز واقارب کا رشتہ، اہل وعیال کا رشتہ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن مؤمن کا ایک رشتہ اپنے خالق ومحسن اور محبوبِ حقیقی سے بھی ہے، اور یہ رشتہ تمام رشتوں سے مضبوط بھی ہے اور پائیدار بھی، دُوسرے سارے رشتے توڑے بھی جاسکتے ہیں اور جوڑے بھی جاسکتے ہیں، مگر یہ رشتہ کسی لمحے نہ توڑا جاسکتا ہے نہ اس کا چھوڑنا ممکن ہے، یہ دُنیا میں بھی قائم ہے، نزع کے وقت بھی رہے گا، قبر کی تاریک کوٹھری میں بھی رہے گا، میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی، جوں جوں زندگی کے دور گزرتے اور بدلتے رہیں گے، یہ رشتہ قوی سے قوی تر ہوتا جائے گا، اور اس کی ضرورت کا احساس بھی سب رشتوں پر غالب آتا جائے گا۔ اس رشتے کی راہ میں سب سے بڑھ کر انسان کی نفسانی خواہشات حائل ہوتی ہیں، اور ان خواہشات کی بجاآوری کا سب سے بڑا ذریعہ مال ہے، زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی خواہشات کو کم سے کم کرنا چاہتے ہیں، اور بندے کا جو رشتہ اس کے ساتھ ہے اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانا چاہتے ہیں، اس لئے جو صدقہ کسی فقیر ومسکین کو دیا جاتا ہے، وہ دراصل اس کو نہیں دیا جاتا، بلکہ یہ اپنی مالی قربانی کا حقیر سا نذرانہ ہے، جو بندے کی طرف سے محبوبِ حقیقی کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دستِ رضا سے قبول فرماتے ہیں اور پھر اس کی پرورش فرماتے رہتے ہیں، قیامت کے دن وہ صدقہ رائی سے پہاڑ بناکر بندے کو واپس کردیا جائے گا۔ پس حیف ہے! ہم بارگاہِ ربّ العزت میں اتنی معمولی سی قربانی پیش کرنے سے بھی ہچکچائیں اور حق تعالیٰ شانہ کی بے پایاں عنایتوں اور رحمتوں سے خود کو محروم رکھیں۔

زکوٰۃ ٹیکس نہیں:

اُوپر کی سطور سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے، بعض لوگوں کے ذہن میں زکوٰۃ کا ایک نہایت گھٹیا تصور ہے، وہ اس کو حکومت کا ٹیکس سمجھتے ہیں، جس طرح کہ تمام حکومتوں میں مختلف قسم کے ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں، حالانکہ زکوٰۃ کسی حکومت کا عائد کردہ ٹیکس نہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت کی ضروریات کے لئے اس کو عائد کیا ہے، بلکہ حدیث میں صاف طور پر ارشاد ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں کے متمول طبقے سے لے کر ان کے تنگ دستوں کو لوٹادی جائے گی۔

اسی طرح یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ زکوٰۃ دینے والے فقراء ومساکین پر کوئی احسان کرتے ہیں، ہرگز نہیں! بلکہ خود فقراء ومساکین کا مالداروں پر احسان ہے کہ ان کے ذریعے سے ان لوگوں کی رقوم خدائی بینک میں جمع ہورہی ہیں، اگر آپ کسی کو بینک میں جمع کرانے کے لئے کوئی رقم سپرد کرتے ہیں تو کیا آپ اس پر احسان کررہے ہیں؟ اگر یہ احسان نہیں تو غرباء کو زکوٰۃ دینا بھی ان پر احسان نہیں!

پہلی اُمتوں میں جو مال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانے کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، اس کا استعمال کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں تھا، بلکہ وہ سوختنی قربانی کہلاتی تھی، اسے قربان گاہ میں رکھ دیا جاتا تھا، اب اگر آسمان سے آگ آکر اسے راکھ کرجاتی تو یہ قربانی کے قبول ہونے کی علامت تھی، اور اگر وہ چیز اسی طرح پڑی رہتی تو اس کے مردود ہونے کی نشانی تھی۔ حق تعالیٰ نے اس اُمتِ مرحومہ پر یہ خاص عنایت فرمائی ہے کہ اُمراء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ جو چیز حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنا چاہیں اسے ان کے فلاں فلاں بندوں (فقراء ومساکین) کے حوالے کردیں۔ اس عظیم الشان رحمت کے ذریعہ ایک طرف فقراء کی حاجات کا انتظام کردیا گیا اور دُوسری طرف اس اُمتِ مرحومہ کے لوگوں کو رُسوائی اور ذلت سے بچالیا گیا، اب خدا ہی جانتا ہے کہ کون پاک مال سے صدقہ کرتا ہے؟ اور کون ناپاک مال سے؟ کون ایسا ہے جو محض رضائے الٰہی کے لئے دیتا ہے؟ اور کون ہے جو نام و نمود اور شہرت وریا کے لئے؟ الغرض زکوٰۃ ٹیکس نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسے قرضِ حسن فرمایا ہے: ''کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے؟ پس وہ اس کے لئے اس کو کئی گنا بڑھادے۔'' (البقرہ)

یہاں صدقات کو ''قرضِ حسن'' سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ جس طرح قرض واجب الادا ہے، اسی طرح صدقہ کرنے والوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ ان کا یہ صدقہ بھی ہزاروں برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ انہیں واپس کردیا جائے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کو کسی کی احتیاج ہے، یہی وجہ ہے کہ صدقہ فقیر کے ہاتھوں میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، اور فقیر گویا اس دینے والے سے وصول نہیں کررہا، بلکہ یہ اس کی طرف سے دیا جارہا ہے جو سب کا داتا ہے۔

زکوٰۃ حکومت کیوں وصول کرے؟

رہا یہ سوال کہ جب زکوٰۃ ٹیکس نہیں، بلکہ خالص عبادت ہے، تو حکومت کو اس کا انتظام کیوں تفویض کیا جائے؟ اس سوال کا جواب ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے، مگر یہاں مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام پورے معاشرے کو ایک اکائی قرار دے کر اس کا نظم ونسق اسلامی حکومت کے سپرد کرتا ہے۔ اس لئے وہ

فقراء و مساکین جو اسلامی معاشرے کا جزو ہیں ان کی ضروریات کا تکفل بھی اسلامی معاشرے کی قوت مقتدرہ کے سپرد کرتا ہے، اور اس کفالت کے لئے اس نے صدقات وزکوٰۃ کا نظام رائج فرمایا ہے، فقراء و مساکین کی کفالت کی سب سے بڑی ذمہ داری حکومت پر عائد کی گئی ہے، اس لئے اس مد کے لئے مخصوص رقم کا بندوبست بھی حکومت کا فریضہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حکومت کی جانب سے صدقات کی وصولی و انتظام پر مقرر رہوں، حدیث پاک میں ان کو "غازی فی سبیل اللہ" کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) جس میں ایک طرف ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے، اور دوسری طرف ان کی نازک ذمہ داری کا بھی انہیں احساس دلایا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ اس فریضے کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھ کر ادا کریں گے تب اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں گے، اور اگر انہوں نے اس مال میں ایک پیسے کی بھی خیانت روا رکھی تو انہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ وہ خدائی مال میں خیانت کے مرتکب ہورہے ہیں، جو ان کے لئے آتش دوزخ کا سامان ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: "جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا، اور اس کے لئے ایک وظیفہ بھی مقرر کردیا، اس کے بعد اگر وہ اس مال سے کچھ لے تو وہ غنیمت میں خیانت کرنے والا ہوگا۔" (ابوداؤد)

☆☆......☆☆

زکوٰۃ کے چند مسائل

زکوٰۃ ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے، اس کے مسائل حضرات علمائے کرام سے اچھی طرح سمجھ لینے چاہئیں، میں یہاں چند مسائل درج کرتا ہوں، مگر عوام صرف اپنے فہم پر اعتماد نہ کریں، بلکہ اہل علم سے اچھی طرح تحقیق کرلیں۔

۱:...... اگر کسی شخص کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے (۶۱۲،۳۵ گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولے (۸۷،۵ گرام) سونا ہے، یا اتنی مالیت کا نقد روپیہ ہے یا پھر اتنی مالیت کا مال تجارت ہے، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

۲:...... اگر کسی شخص کے پاس کچھ چاندی ہو، کچھ سونا ہو یا کچھ روپیہ یا کچھ مال تجارت ہو، اور ان سب کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے (۶۱۲،۳۵ گرام) چاندی کے برابر ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی۔

۳:...... کارخانے اور فیکٹری وغیرہ کی مشینوں پر زکوٰۃ نہیں، لیکن ان میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے، اسی طرح جو خام مال کارخانے میں موجود ہو، اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔

۴:...... سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ ہے، چنانچہ سونے چاندی کے زیور، سونے چاندی کے برتن حتیٰ کہ سچا گوٹا، ٹھپا، اصلی زری، سونے چاندی کے بٹن، خواہ کپڑوں میں لگے ہوئے ہوں، ان سب پر زکوٰۃ فرض ہے۔

۵:...... کارخانوں اور ملوں کے حصص پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، جبکہ ان حصص کی مقدار بقدر نصاب ہو یا دوسری قابل زکوٰۃ چیزوں کو ملاکر نصاب بن جاتا ہو، البتہ مشینری اور فرنیچر وغیرہ استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، اس لئے ہر حصے دار کے حصے میں اس کی جتنی قیمت آتی ہے، اس کو مستثنیٰ کرکے باقی کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

۶:...... سونا چاندی، مال تجارت اور کمپنی کے حصص کی جو قیمت زکوٰۃ کا سال پورا ہونے کے دن ہوگی، اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

۷:...... سال کے اول و آخر میں نصاب کا پورا ہونا شرط ہے، اگر درمیان سال میں رقم کم ہوجائے تو اس کا اعتبار نہیں۔

مثلاً: ایک شخص سال شروع ہونے کے وقت تین ہزار روپے کا مالک تھا، تین مہینے کے بعد اس کے پاس پندرہ سو روپے رہ گئے، چھ مہینے بعد چار ہزار روپے ہوگئے، اور سال کے ختم پر ساڑھے چار ہزار روپے کا مالک تھا، تو سال پورا ہونے کے وقت اس پر ساڑھے چار ہزار روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی، درمیان سال میں اگر رقم گھٹتی بڑھتی رہی، اس کا اعتبار نہیں۔

(نوٹ: آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت پونے تین ہزار روپے ہے)

۸:...... پراویڈنٹ فنڈ پر وصول یابی کے بعد زکوٰۃ فرض ہے، وصول یابی سے پہلے سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں۔

۹:...... صاحب نصاب اگر پیشگی زکوٰۃ ادا کردے، تب بھی جائز ہے، لیکن سال کے دوران اگر مال بڑھ گیا تو سال ختم ہونے پر زائد رقم ادا کردے۔

زکوٰۃ کے مصارف:

۱:...... زکوٰۃ صرف غرباء و مساکین کا حق ہے، حکومت اس کو عام رفاہی کاموں میں استعمال نہیں کرسکتی۔

۲:...... کسی شخص کو اس کے کام یا خدمت کے معاوضے میں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی، لیکن زکوٰۃ کی وصولی پر جو عملہ حکومت کی طرف سے مقرر ہو، ان کا مشاہرہ اس فنڈ سے ادا کرنا صحیح ہے۔

۳:...... حکومت صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرے گی، اموال باطنہ کی زکوٰۃ ہر شخص اپنی صوابدید کے مطابق ادا کرسکتا ہے۔

(کارخانوں اور ملوں میں تیار ہونے والا مال، تجارت کا مال اور بینک میں جمع شدہ سرمایہ "اموال ظاہرہ" ہیں، اور جو سونا، چاندی، نقدی گھروں میں رہتی ہے ان کو "اموال باطنہ" کہا جاتا ہے۔)

۴:...... کسی ضرورت مند کو اتنا روپیہ دے دینا جتنے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، مکروہ ہے، لیکن زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

مولانا محمد لقمان جلال پوریؒ کی رحلت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

فرمایا: علامات قیامت میں سے ہے کہ علم اٹھ جائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ کیا لوگوں کے سینوں سے اُچک لیا جائے گا؟ فرمایا: ”علماء کرام کے اٹھنے سے علم اٹھ جائے گا۔“ ہر آنے والا دن کسی نہ کسی عالم دین کی وفات کی خبر لے کر طلوع ہوتا ہے۔ چنانچہ انہیں علماء حقہ میں سے ایک عالم دین مولانا محمد لقمانؒ تھے جو آج سے پچاس سال پہلے ”عنایت پور“ جلال پور پیر والا میں پیدا ہوئے۔ مختلف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان میں پڑھا۔ آپ نے وقت کے جید علماء کرام حضرت الشیخ مولانا مفتی عبدالستارؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ، حضرت مولانا منظور احمد مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق جیسے بڑے علماء کرام سے حدیث پاک کے علوم ومعارف حاصل کئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تقریباً نو سال جامعہ دارالعلوم کبیر والا میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، جہاں درجات عالیہ کے اسباق پڑھائے۔ حدیث پاک کی مختلف کتب پڑھائیں۔ ایک عرصہ تک ابوداؤد شریف پڑھاتے رہے، آپ کے شاگردوں کے بقول سبق کے دوران کوئی کتاب، نوٹس، کاپی وغیرہ کچھ بھی سامنے نہیں ہوتے تھے، حتیٰ کہ کتاب بھی سامنے نہیں رکھتے تھے۔ اللہ پاک نے بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا، نفس کتاب کے علاوہ انتہائی ضروری مباحث اپنے خداداد حافظہ اور صلاحیتوں کی بنیاد پر پڑھاتے۔ ایک کامیاب مدرس واستاذ کی تمام خصوصیات ان میں پائی جاتی تھیں۔ گزشتہ سال مخزن العلوم خان پور کی انتظامیہ نے بڑے اصرار کے ساتھ انہیں دارالعلوم کبیر والا سے مانگ لیا۔ ایک سال مخزن العلوم میں اپنے فیوض وبرکات لٹاتے رہے۔

اصلاحی تعلق: موصوف کا اصلاحی تعلق سلسلہ چشتیہ کے نامور شیخ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ جامعہ خیرالمدارس ملتان سے رہا۔ حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ مجاز، نیز سلسلہ قادریہ راشدیہ کے نامور شیخ طریقت شیخ الحدیث مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ حضرت والا کی خدمت میں سال میں کئی مرتبہ حاضری دیتے۔ امسال اپریل کے اوائل میں حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کے ہاں سالانہ اجتماع تھا وہاں ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ملاقات نہ ہوسکی گویا وہ آخری ملاقات تھی۔

تحریک ختم نبوت کے والا وشیدا تھے، جب بھی ملاقات ہوتی جماعتی سرگرمیوں سے سوالات فرماتے اور کارکردگی کی سماعت کے بعد خوشی کا اظہار فرماتے۔ کچھ دن پہلے گردوں کی تکلیف ہوئی شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان میں داخل کرائے گئے صحت بحال ہوئی تو گھر عنایت پور تشریف لے آئے۔ ۸/مئی کو دوبارہ اٹیک ہوا۔ ملتان کارڈیولوجی سینٹر میں داخل کرائے صحت بحال ہونے کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ کلمات طیبہ اور آیات قرآنی کا ورد کرتے ہوئے گھر میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے روز ۹/مئی کو ۱۱ بجے دن ان کی نماز جنازہ ہوئی، جس میں ان کے اور میرے شیخ حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد بہلوی، مولانا ارشاد احمد، مفتی حامد حسن، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا خلیل الرحمن درخواستی سینکڑوں علماء کرام، مشائخ عظام اور مسلمان شریک ہوئے۔

ان کی وفات سے جہاں ان کے ہزاروں شاگردان کے فیوض و برکات سے محروم ہوگئے وہاں ان کا آبائی علاقہ، ان کے پسماندگان بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوگئے۔ اللہ پاک انہیں اپنے جوار رحمت سے سرفراز فرمائیں اور اپنے شایان شان اپنے دین کے خادم، قرآن پاک کے مفسر، احادیث نبویہ کے شارح سے معاملہ فرمائیں۔ آمین یاالٰہ العالمین۔

☆☆......☆☆

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے
تبلیغی اسفار

مولانا عطاء الرحمٰن اشعر کو صدمہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مرکزی نائب امیر حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی بیوہ ۱۶؍اپریل ۲۰۱۶ء کو اپنے علاقہ ”عنایت پور“ تحصیل جلال پور پیر والا میں انتقال فرماگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی عمر ۷۱ سال تھی، انہوں نے پسماندگان میں بیٹیوں کے علاوہ دو بیٹے مولانا عطاء الرحمٰن، قاری ضیاء الرحمٰن سوگوار چھوڑے۔

مولانا عبدالرحیم اشعر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی اراکین میں سے تھے، قیام پاکستان کے بعد جب قادیانیت نے پر پرزے نکالنے شروع کئے تو فاتح قادیان مولانا محمد حیات کو تلاش کیا گیا جو خیر پور میرس میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیتی باڑی میں مصروف تھے۔ شاہ جیؒ کے حکم پر مولانا محمد علی جالندھریؒ خیر پور میرس سندھ تشریف لے گئے اور مولانا کے بھائیوں سے کہا کہ مولانا محمد حیاتؒ ہمیں دے دیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ مولانا تو ہمارے ساتھ کھیتی باڑی میں مصروف ہیں۔ مولانا جالندھریؒ نے فرمایا کہ تمہارے ہاں مزدور کی کیا تنخواہ ہے؟ مولانا کے بھائیوں نے کہا: ۳۰ روپے ماہانہ۔ حضرت جالندھریؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ مزدور رکھ لیں، تنخواہ میں بھجوادوں گا، جو کھانا آپ لوگ مولانا محمد حیات کو دیتے ہیں وہ مزدور کو کھلا دیا کریں۔ اس طرح مولانا محمد حیاتؒ ملتان تشریف لے آئے اور ”مسجد سراجاں“ حسین آگاہی ملتان میں جو کلاس شروع ہوئی، اس میں مولانا عبدالرحیم اشعر بھی شامل تھے۔

مولانا کے ماموں حاجی رحیم بخش ملتان تشریف لے آئے اور مولانا عبدالرحیم صاحب کو فرمایا کہ آپ کی شادی کا فلاں گھر میں بندوبست ہو رہا ہے۔ مولانا نے کہا کہ کسی اور جگہ کے بجائے مجھے اپنے گھر رکھ لیں۔ اس طرح مولانا کے ماموں نے کہا: بہت اچھا! تو آپ کا نکاح ماموں کے گھر ہو گیا۔ یوں مولانا رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے۔ مولانا کئی کئی ماہ تک جماعتی اور تحریکی مصروفیات کی وجہ سے گھر تشریف نہ لاتے، اس طرح محترمہ نے عسر ویسر میں مولانا کے ساتھ زندگی گزار دی۔ تکالیف ومصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

مولانا اشعرؒ کی وفات کے بعد سر کا تاج اٹھ گیا تو محترمہ بھی بیمار رہنے لگ گئیں۔ محترمہ کے دو بیٹوں اور بیٹیوں نے علاج معالجہ اور خدمت میں کوئی کمی نہ کی۔ بہرحال وقت موعود آ گیا اور محترمہ اکہتر سال کی عمر میں راہیِ ملکِ بقا ہوئیں۔ ۱۶؍اپریل عصر کی نماز کے بعد جنازہ ہوا، امامت کے فرائض وفاق المدارس جنوبی پنجاب کے مسئول، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی نے سرانجام دیئے، اتفاق ایسا ہوا کہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کراچی کے سفر پر تھے، مولانا اللہ وسایا مدظلہ اٹک میں اٹکے ہوئے تھے۔ راقم فیصل آباد میں اور ایسے وقت اطلاع ہوئی کہ جنازہ میں شرکت ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھی۔ ۱۷؍رجب المرجب مطابق ۲۵؍اپریل حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کی قیادت میں ”عنایت پور“ حاضری ہوئی، جہاں مولانا عطاء الرحمٰن، قاری ضیاء الرحمٰن اور اشعر خاندان کے دوسرے رفقاء نے خدام ختم نبوت کا خیر مقدم کیا۔ نیز حضرت جالندھری مدظلہ اپنے قدیم رفیق، سفر و حضر کے ساتھی حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے۔ مرحومہ بھی اپنے سرتاج کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔ مولانا کافی دیر تک پڑھتے رہے۔ دعائے مغفرت کی اور مولانا اشعرؒ کے فرزندانِ گرامی سے اجازت لی اور ملتان کے لئے واپس ہوئے۔ راستہ میں راقم کے فرزند قاری ابوبکر صدیق نے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا کچھ دیر ان کے مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ میں حضرت نے آرام فرمایا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر ملتان کے لئے روانہ ہو گئے۔

جامعہ موسویہ میں بیان: جامعہ موسویہ مشہور نقشبندی بزرگ حضرت اقدس حافظ محمد موسیٰ نقشبندی جلال پوریؒ کی طرف منسوب ہے۔ حضرت حافظ صاحبؒ ہمارے دادا پیر مرشد العلماء حضرت اقدس مولانا فضل علی قریشی مسکین پوریؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، انہیں اللہ پاک نے قاری محمد اسماعیلؒ، قاری محمد یعقوبؒ، قاری حسین علی، قاری رشید احمد چار بیٹے عطا فرمائے۔ قاری محمد یعقوب نقشبندیؒ جامعہ موسویہ جلال پور پیر والا کے مدیر رہے۔ چند سال قبل انتقال فرمایا اور جلال پور پیر والا میں محو استراحت ہیں۔ قاری حسین علی مدینہ طیبہ اور قاری رشید احمد طائف میں قیام فرما ہیں۔ حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ کے تیسرے بیٹے قاری محمد اسماعیلؒ تھے، آپ نے پرانا شجاع آباد روڈ ملتان میں جامعہ موسویہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، اس وقت ادارہ کا نظم ونسق قاری محمد قاسم نقشبندی حفظہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وقتاً فوقتاً بندہ ان کے ادارہ اور اس سے ملحقہ جامع مسجد الاقصیٰ میں حاضر ہوتا رہتا ہے، چنانچہ ۲۴؍اپریل بعد نماز عشاء معراج النبی کے عنوان پر خطاب وبیان کی سعادت نصیب ہوئی۔

کیمرواہ میں جامع مسجد ختم نبوت کا سنگ بنیاد: مولانا غلام اللہ ہمارے شجاع آباد تحصیل کے معروف عالم دین، متحرک نوجوان ہیں جو ہر روز صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کا درس ارشاد فرماتے اور شام کو حدیث پاک کا درس، حسن اتفاق قرآن پاک اور مشکوٰۃ شریف کے دروس کا اختتام قریب قریب ہوا۔ موصوف نے فون پر فرمایا کہ ہمارا علاقہ مین روڈ سے بہت دور ہے، جہاں پہنچتے پہنچتے آدمی کے آدھے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یعنی سڑکوں کی ناہمواری کی طرف اشارہ فرمایا، نیز فرمایا کہ قرآن پاک کا درس مکمل ہورہا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کا درس بھی مکمل ہورہا ہے۔ مسجد شہید کرکے دوبارہ تعمیر کرانے کا پروگرام ہے اور مسجد کا نام بھی جامع مسجد ختم نبوت ہوگا، اس لئے مسجد کا سنگ بنیاد خادم ختم نبوت سے رکھانا چاہتے ہیں، لہٰذا قریب قریب کوئی وقت عنایت فرمائیں تو راقم نے ۲۹ اپریل کے جمعۃ المبارک کا وعدہ برادرم مولانا عطاء الرحمن ابن مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے کررکھا تھا تو موصوف سے درخواست کی کہ ۲۹ر اپریل اگر کوئی پروگرام رکھ سکیں تو راقم آسانی حاضر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جمعہ سے فارغ ہوتے ہی سعید آباد کیمرواہ کی طرف سفر کیا۔ موصوف نے گندم کی فصل کے باوجود کافی احباب جمع کررکھے تھے۔ جمعہ کے متصل بعد مولانا قاری نذیر احمد خان لنگاہ نے بیان فرمایا، علاقہ کے معروف نعت خواں نے ثناء خوانی کی، قاری ظفر خان نے احباب کو مسجد کی تعمیر کی طرف متوجہ فرمایا۔ راقم نے فضائل قرآن پاک، مشکوٰۃ شریف کی آخری حدیث، مساجد کی تعمیر وتزئین اور ظاہری وباطنی آبادی کے فضائل کے متعلق بیان کیا۔ عشاء کی نماز اپنے غریب خانہ میں ادا کی۔

جامعہ خالد بن ولید قادر پور راںواں: حضرت مولانا محمد نواز سیال ہمارے استاذ جی حضرت حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے چہیتے شاگرد اور ہمارے حضرت اقدس مولانا عبدالہادی بہلوی نقشبندی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ نے جامعہ حنفیہ قادریہ کے نام سے جامعہ قائم کیا، جسے اللہ پاک نے چند سالوں میں ترقیوں سے سرفراز فرمایا اور دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق اور تمام کلاسیں ہیں اور ہر کلاس میں خاصی تعداد میں طلباء کرام زیر تعلیم ہیں۔ حضرت مولانا کی سرپرستی میں کئی ایک اور ادارے بھی کام کررہے ہیں، ان اداروں میں ایک ادارہ جامعہ خالد بن ولید کے نام سے قادر پور راںواں میں قائم ہے، جس میں درجہ رابعہ تک خاصی تعداد میں طلباء زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ کا نظم مولانا عمر فاروق اور حاجی محمد شریف کے ہاتھوں میں ہے، طلباء میں دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت، عقیدۂ ختم نبوت کی فضیلت پر گفتگو کی اور چناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی، پندرہ طلباء نے نام لکھوائے۔ اللہ پاک دین اسلام کے ان اداروں کو دن دگنی رات چوگنی ترقی فرمائیں۔ راقم کے ساتھ ضلع ملتان کے مبلغ مولانا وسیم اسلم بھی اس پروگرام میں شریک ہوئے۔

رحیم یار خان میں: بندہ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۰ء تک تقریباً چار پانچ سال رحیم یار خان میں مبلغ رہا، کیسا عظیم دور تھا اور کیسے کیسے مرد مجاہد موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام ربانی اٹک کے رہنے والے رحیم یار خان تشریف لے آئے اپنی مخلصانہ جدوجہد سے چھاگئے۔ کئی مسجد کے خطیب تھے، اس وقت ان کے جانشین ان کے فرزند ارجمند مولانا عبدالرؤف ربانی ہیں۔

مولانا قاری حماد اللہ شفیقؒ: حضرت ربانی کے دست راست تھے، حافظ قاری تھے۔ زیادہ دینی تعلیم نہ تھی، بھاری بھرکم وجود کے باوجود متحرک آدمی تھے۔ مولانا ربانی کی صحبتوں نے انہیں بھی مرد مجاہد بنادیا۔ جامعہ فاروق اعظم کے نام سے سرکلر روڈ پر مدرسہ قائم کیا۔ اس وقت ان کے جانشین مولانا سعد اللہ شفیق ہیں جو جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل ہیں۔

مولانا رشید احمد لدھیانوی مدظلہ: جب راقم مبلغ بن کر آیا تو موصوف مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے ناظم اعلیٰ تھے، بعد میں سیاسی ذہن کی وجہ سے جمعیت علماء اسلام میں چلے گئے، آپ جمعیت کے صوبائی ناظم اعلیٰ اور امیر رہے۔ آپ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے برادر زادہ ہیں، اس وقت رحیم یار خان میں کئی ایک مساجد کا نظم ونسق سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا بشیر حامد حصارویؒ: بہت ذہین عالم دین، نکتہ سنج خطیب تھے، جہاد افغانستان میں اگلی صفوں میں رہے۔ آپ مجلس کے امیر رہے۔ بعد ازاں حرکت الجہاد الاسلامی کے صف اول کے قائدین میں ان کا شمار ہوتا تھا، میرے دور میں آپ مجلس کے امیر تھے۔ قاری عبدالخالق احرار مجلس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ موصوف ظاہر پیر کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ رحیم یار خان میں آئے تو شہر پسند آگیا اور دوسری شادی کرلی۔ ایک عرصہ بیمار رہ کر انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شاعر انقلاب مرزا غلام نبی جانبازؒ کا نغمہ جانباز خوب یاد تھا۔ سریلی آواز تھی، جب پڑھتے سماں باندھ دیتے۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری بیوی سے دو بچیاں تھیں جو اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

مولانا قاضی عزیز الرحمنؒ: مہتمم جامعہ قادریہ مجلس کے امیر بنے اور تادم زیست امیر رہے۔ اب جامعہ اور مجلس میں ان کے جانشین مولانا قاضی شفیق الرحمن حفظہ اللہ ہیں جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور متحرک عالم دین ہیں۔ بہرحال چار پانچ سال کا عرصہ جو ناچیز کے مجلس میں آنے کے ابتدائی سال ہیں، خوب گزرے، میرے بعد مولانا احمد بخش مبلغ بن کر آئے اور تقریباً پچیس سال تک مجلس کے مبلغ

رہے۔ سفید پوش حق گو عالم دین تھے، ہر بات ڈنکے کی چوٹ کہتے گویا ان اشعار کے مصداق تھے:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں اور پرائے بھی ناخوش
گر زہر ہلاہل کو میں کہہ نہ سکا قند

حافظ جیؒ کے بعد مولانا مفتی راشد مدنی مبلغ بن کر آئے مفتی صاحب نے مجلس کے کام کو آگے بڑھایا ہے۔ پندرہ پندرہ، بیس بیس روز کے کورس کراتے ہیں اور کورسوں کی تدریس میں خود کفیل ہیں۔ اس لئے کئی کئی سال تک رحیم یار خان حاضری نہیں ہوتی۔ ۱۴؍اپریل کو مبلغین کے اجلاس میں مفتی صاحب نے بتلایا کہ آپ کے دو دوست وفات پاگئے تو بندہ نے ان کی تعزیت کے لئے رحیم یار خان کا قصد کیا۔

حضرت میاں ریاض احمد دین پوری مدظلہ سے ملاقات: موصوف ہمارے حضرت سراج السالکین حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ کے منجھلے صاحبزادے ہیں، ظاہر پیر جی ٹی روڈ پر مدرسہ قادریہ اور خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں، کافی عرصہ ہوا کہ حضرت کی زیارت نہ ہوئی تھی۔ ۳؍مئی کو صبح دس بجے حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوئی اور ان کی دعائیں لیں اور رحیم یار خان کے لئے روانہ ہوئے۔

مولانا عبدالرؤف ربانی: ہمارے باب العلوم کہروڑپکا میں تعلیم کے زمانہ کے ساتھی ہیں۔ غالباً ہدایہ رابعہ اکٹھی پڑھیں۔ آج کل مکی مسجد رحیم یار خان کے خطیب اور جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر ہیں۔ میرے ساتھی کے ساتھ ساتھ محسن زادہ بھی ہیں۔ آپ کے والد محترم مولانا غلام ربانی بہادر جرأت مند عالم دین تھے، مجلس کے سرپرستوں و مربی اور میرے محسن تھے۔ تقریباً چار پانچ سال ان کی سرپرستی میں گزارے۔ مجلس احرار اسلام سے جمعیت علماء اسلام میں آئے۔ صوبہ کے نائب امیر رہے۔ جب بھی کہیں ضرورت ہوتی لاٹھی اٹھا کر چل پڑتے۔ انتظامیہ کے افسران آپ کا بہت احترام کرتے تھے، ان کے سامنے ڈنکے کی چوٹ گفتگو فرماتے اور اپنی دینی وجاہت، بزرگی، اصابت رائے کی وجہ سے بات منوا کر آتے، تو آپ کے جانشین مولانا عبدالرؤف ربانی سے کچھ دیر مجلس رہی۔ ان سے ملاقات کے بعد مولانا رشید احمد لدھیانوی، حکیم شفیق احمد سلمہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

ڈاکٹر محمود افضل کی تعزیت: موصوف رحیم یار خان کے معروف ڈینٹل سرجن تھے اور سردار محمد اجمل خان لغاری کے فرزند نسبتی ۳؍مئی شام کو انتقال ہوا۔ ۴؍مئی صبح ۱۱ بجے ان کی نماز جنازہ دین پور شریف میں سجادہ نشین مولانا میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم کی امامت میں ادا کی گئی۔ مولانا مفتی محمد راشد مدنی نے ڈاکٹر صاحب کی وفات کی اطلاع دی اور تعزیت کے متعلق کہا تو ان کی رہائش گاہ حاضری دی۔ الحمدللہ! موصوف کے تین فرزندان گرامی عالم دین ہیں، نیز ان کے برادران نسبتی سے ملاقات کی اور مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی اور ان کی مغفرت کی دعا کی گئی۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ۔

حافظ محمد صدیق کی وفات: حافظ صاحب سے چالیس سالہ رفاقت تھی۔ مجلس کے قدیمی خدام اور ممبران میں سے تھے۔ مولانا راشد مدنی نے میٹنگ پر اطلاع دی کہ حافظ صاحب ۱۰؍فروری کو ۶۸ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔ ماشاءاللہ! ان کے بیٹے بھی ان کی طرح حافظ قرآن، صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ ان سے ملاقات کی اور تعزیت کا اظہار اور مرحوم کی مغفرت کی دعا کی۔

جناب محمد شفیع ہاشمیؒ: ۱۹۷۶ء میں جب رحیم یار خان میں مبلغ بن کر آیا تو مجلس کا کوئی دفتر نہ تھا۔ جمعیت علماء اسلام کا شاہی روڈ پر دفتر تھا۔ حضرت مولانا غلام ربانی قاری حماداللہ شفیقؒ کی مہربانی سے مجلس کا بورڈ بھی جمعیت کے دفتر پر لگالیا، اور یوں شب و روز گزرنے لگے، ہر ایک جماعت کا اپنا طریقہ کار طرز عمل ہوتا ہے۔ جمعیت کے بعض احباب نے کہا کہ جمعیت کے دفتر پر مجلس کا قبضہ ہوگیا ہے۔ مرحوم قاری حماداللہ شفیق فرمانے لگے کہ جمعیت کو اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ایک ناظم دفتر بلا تنخواہ مل گیا ہے۔ دفتر کی صفائی، مہمانوں کی دیکھ بھال کرتا ہے، مجلس کے ناظم اعلیٰ قاری عبدالخالق اور مرحوم فرمانے لگے کہ محلہ قمر آباد کی مسجد کو کوئی امام نہیں مل رہا، آپ کے پاس دفتر نہیں ہے تو آپ اپنا بستر بوریا اٹھا کر مسجد میں آجائیں اور مسجد کا حجرہ بطور دفتر استعمال کریں، جب آپ فارغ ہوں اور رحیم یار خان شہر میں ہوں تو نماز پڑھا دیا کریں۔ یوں اللہ پاک نے دفتر کے لئے مسجد کا ماحول عطا فرمادیا تو راقم نے درس شروع کردیا تو ایک روز جناب محمد شفیع ہاشمی صبح کی نماز کے بعد تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ خورد و نوش کا کیا انتظام ہے؟ راقم نے کہا: سبزی ترکاری تیار کرلیتا ہوں اور روٹی تنور سے لے کر گزارا ہوجاتا ہے۔ صبح کے ناشتہ کا کیا انتظام ہے؟ راقم نے کہا کہ صبح کا ناشتہ بھی تیار کرلیتا ہوں، فرمانے لگے: کل سے صبح کا ناشتہ میرے گھر سے آیا کرے گا، جب تک بندہ مسجد میں رہا صبح کا ناشتہ ہاشمی صاحب بھجواتے رہے، جب شام کو دکان سے آتے دفتر میں ضرور تشریف لاتے، چائے کا دور چلتا یوں دوستوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ہوگیا تو بعض متولیان اس کو ناپسند کرتے تھے، بطور تعریض کے کہتے کہ یہ مولوی صاحب کا حجرہ نہیں بلکہ ختم نبوت اور شجاع آباد ریستوران ہے۔ ہاشمی صاحب مجلس کے لئے فنڈز کی کوشش فرماتے اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر مجلس کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرتے۔ میرے بعد حافظ احمد بخشؒ مبلغ بن کر تشریف لائے ان کے ساتھ خصوصی تعلق رکھا، ہر روز دفتر میں آنا، خیر خیریت

پوچھنا اور دیگر ضروریات کا خیال رکھنا اپنی ڈیوٹی سمجھتے مجلس کو اللہ پاک نے اپنا دفتر عطا فرمایا تو بقول سیّد توصیف احمد ہاشمی ہر روز دکان پر جانے سے پہلے تشریف لاتے۔ توصیف شاہ جی کو ملتے۔ حافظ صاحب ہوتے تو ان سے ملتے ورنہ دفتر میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھ کر معمولات میں شامل کرلیا حافظ جیؒ کے بعد مولانا مفتی محمد راشد تشریف لائے تو وہی معمول رہا۔ قربانی کے موقع پر کھالوں کا انتظام کرنا، رمضان المبارک میں مفتی صاحب کے ساتھ جا کر فنڈ مہیا کرنا ان مسائی جمیلہ کا حصہ رہا۔

۱۴؍ اپریل کی سہ ماہی میٹنگ پر مفتی صاحب نے بتلایا کہ ہاشمی صاحب انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۴؍ مئی کو ان کے بیٹوں بالخصوص بڑے بیٹے جناب سلیم ہاشمی حفظہ اللہ سے ملاقات کی۔ تعزیت کا اظہار کیا۔ فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی، اللہ پاک آپ کے حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

۵؍ مئی صبح کی نماز کے بعد سکھر کے لئے سفر شروع کیا تو راستہ میں ایک قصبہ خیرپور ہے، اس سے تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ”محمد آباد“ ہے وہاں سید انیس جیلانی رہتے ہیں۔

جناب سیّد انیس جیلانی سے ملاقات: سیّد انیس جیلانی علمی ادبی ذوق کے مالک ہیں۔ محمد آباد میں مبارک لائبریری کے نام سے اپنے والد محترم سیّد مبارک جیلانی کی نسبت سے لائبریری بنائی ہوئی ہے جس میں زیادہ تر ادبی، تاریخی کتب جمع ہیں، جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن بے ترتیب ہیں۔ سیّد انیس جیلانی مدظلہ ہمارے حضرت قاضی صاحب (مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ) کے بھتیجے عزیزوں میں سے ہیں، تو خیال آیا کہ کیوں نہ جیلانی صاحب سے ملاقات کرلی جائے۔ چنانچہ خیرپور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر قاری مجیب الرحمٰن کی رفاقت میں محمد پور میں حاضر ہوئے تو ایک بزرگ عمر کلین شیو صاحب سے تعارف کرایا گیا کہ سید انیس جیلانی ہیں۔ علیک سلیک اور تعارف کے بعد گفتگو شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ آدمی ہے کام کا۔ موصوف نے ایک کتاب تحریر کی تھی ”آدمی غنیمت ہے“ اس میں ملک کی اہم علمی و ادبی شخصیات کے خاکے تھے، اس میں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کا تفصیلی تذکرہ ”ذکر اس پری وش کا“ میں تحریر کیا۔ اسے پڑھ کر ملنے کی تمنا تھی تو ۵؍ مئی کو ملاقات ہوئی۔ موصوف نے اپنی بزرگی طنز و مزاح اور گپ شپ میں چھپائی ہوئی ہے ستر اسی سال کے درمیان عمر ہوگی شاندار لائبریری دیکھ کر معلوم ہوا کہ موصوف کے والد محترم صاحب علم اور علم پرور انسان تھے۔ موصوف کے چار بیٹے ہیں۔ ایک ان میں ڈاکٹر ابوالحسن ہیں جو صادق آباد میں معروف ڈینٹل سرجن ہیں۔ میرے سوال کے جواب میں جیلانی صاحب نے فرمایا کہ میرے چاروں بیٹے بھی علمی، ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ روزانہ کچھ نہ کچھ مطالعہ ضرور کرتے ہیں اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ جیلانی صاحب بڑھاپے میں یتیم ہوگئے ہیں۔ شب و روز لائبریری میں گزارتے ہیں۔ گفتگو سے معلوم ہوا کہ پیری مریدی کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔ گھنٹہ بھر ان کی صحبت کے بعد ہم نے اجازت طلب کی تو سیّد انیس جیلانی گاڑی تک ہمارے انکار و اصرار کے باوجود الوداع کرنے کے لئے تشریف لائے۔ موصوف سے اجازت لے کر سکھر کی طرف روانہ ہوئے۔

علم دین کی تکمیل: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سکھر کے ناظم اعلیٰ مولانا عبداللطیف اشرفی حفظہ اللہ جامعہ اشرفیہ سکھر کے فاضل ہیں، باہمت عالم دین ہیں۔ آپ نے اپنی مسجد ”الفاروق“ میں علم دین کورس کرایا، جس میں ساٹھ حضرات نے باقاعدہ داخلہ لیا، لیکن چوبیس حضرات آخر تک باقاعدگی سے شریک کورس رہے، جن میں سے اٹھارہ حضرات کو سند دی گئی۔ ان میں سے چار حضرات صاحب ترتیب رہے یعنی ان کا ایک بھی سبق ناغہ نہیں ہوا۔ باقاعدگی سے شریک ہونے والے حضرات کو مولانا مفتی محمد صفوان مدرس جامعہ اشرفیہ اور راقم الحروف کے ہاتھوں سے سندات دلوائی گئیں۔ صاحب ترتیب حضرات کو کتاب ”مولانا محمد علی جالندھریؒ سوانح و افکار“ دی گئی کچھ حضرات کو راقم کی مرتب کردہ کتاب خطبات امیر شریعت دی گئی۔ تقریب نے جلسہ کی شکل اختیار کرلی، جلسہ سے مرکزی جامع مسجد کے خطیب قاری جمیل احمد بندھانی، مفتی محمد صفوان اور راقم نے خطاب کیا اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا عبداللطیف اشرفی نے سرانجام دیئے۔ نیز جامعہ اشرفیہ سکھر کے قدیم استاذ، استاذ القرا و الحفاظ حضرت قاری ابوالحسن دامت برکاتہم جو تقریباً سو سال کے پیٹے میں ہوں گے نے تلاوت کی اور اپنے ۲۲ شاگردوں کو حفظ قرآن کی سند متصل دی۔ قاری صاحب سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام قرأ اساتذہ کرام کے اسماء گرامی درج ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ پاک سے اس طرح قاری ابوالحسن سے اللہ پاک تک ایسی سند پہلی مرتبہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سند حدیث تو دیکھتے اور سنتے آئے ہیں سند قرآن پاک پہلی مرتبہ دیکھی حضرت قاری صاحب جو جسمانی آنکھوں سے معذور لیکن دل کی آنکھوں سے بینا ہیں، ہزاروں حفاظ نے آپ سے قرآن پاک اور تجوید و قرأت پڑھی، جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

خطبہ جمعہ: جمعۃ المبارک کا خطبہ جمعہ مسجد اولیاء پرانا سکھر مولانا امان اللہ خان کی دعوت پر دیا۔

نور مسجد میں جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب: قاری

محمد اسماعیل کی دعوت پر نور مسجد میں جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا جس کی صدارت سکھر کے نامور بزرگ مولانا ڈاکٹر حفیظ اللہ کے فرزند ارجمند مولانا ڈاکٹر کلیم اللہ نے کی۔ راقم الحروف کا بیان فضائل قرآن پر ہوا۔ آخر میں ختم نبوت کا تذکرہ بھی تھوڑی تفصیل کے ساتھ ہوا۔ قاری جمیل احمد بندہانی ہمارے مخدوم مولانا قاری خلیل احمد بندہانی کے فرزند ارجمند، جامع مسجد مرکزی کے خطیب جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ ہیں، پندرہ سولہ سال انگلینڈ میں رہے، آپ نے قادیانیوں کے دجل و فریب، طرز تبلیغ، ان کے مقابلہ میں مجاہدین ختم نبوت کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ مولانا ڈاکٹر کلیم اللہ اور راقم الحروف نے ۱۳ حفاظ کرام کو سندات تقسیم کیں۔

مدارس زندہ باد کانفرنس: جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام شمس آباد کے مین بازار میں مدارس زندہ باد کانفرنس منعقد ہوئی، جس سے سندھ کے علماء کرام کے علاوہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت مولانا حافظ حسین احمد، صوبائی جنرل سیکرٹری مولانا راشد خالد محمود سومرو اور راقم کے بیانات ہوئے جلسہ رات گئے تک جاری رہا۔

اقصیٰ مسجد میں جلسہ معراج النبی: اقصیٰ مسجد کے خطیب مولانا مفتی محمد یاسین جامعہ اشرفیہ سکھر کے استاذ الحدیث اور کتابی عالم دین ہیں ان کی دعوت پر راقم نے جامع مسجد اقصیٰ میں ۷ر مئی بعد نماز عشاء معراج النبی پر تقریباً پون گھنٹہ بیان کیا۔ مولانا محمد حسین ناصر ڈویژنل مبلغ نے تعارفی کلمات کہے۔

حافظ حسین احمد سے ملاقات: جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت مولانا حافظ حسین احمد سے آغا محمد ایوب شاہ کے گھر عشاء کے بعد ملاقات کی اور مختلف دینی و جماعتی امور پر کافی دیر ملاقات جاری رہی۔ حافظ صاحب سے راقم نے عرض کیا کہ کچھ کمزور نظر آرہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ گردے متاثر ہیں؟ اللہ پاک آپ کو مکمل صحت و تندرستی سے سرفراز فرمائیں۔

پنوعاقل مجلس کا انتخابی اجلاس: ۸ر مئی ساڑھے دس بجے صبح جامع مسجد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا انتخابی اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا قاری خلیل الرحمن نے کی۔ مہمان خصوصی محمد اسماعیل شجاع آبادی تھے۔ درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ سرپرست: مولانا عبدالحمید شیخ، امیر: قاری خلیل الرحمن انڈھڑ، نائب امیر: استاذ عبدالرحمن شیخ، ناظم اعلیٰ: قاری عبدالقادر چاچڑ، ناظم: غلام شبیر شیخ، نائب ناظم: مولانا حبیب اللہ انڈھڑ، ناظم تبلیغ: مولانا اظہر حسین الحسینی، معاون ناظم: مولانا محمد حسن جتوئی، ناظم نشر و اشاعت: قاری حماد اللہ عبیدی، خازن: حافظ عبدالغفار اسعدی، ناظم دفتر: میاں مسعود الحسن انڈھڑ۔ اجلاس کا اختتام راقم الحروف کی دعا سے ہوا۔

ہالیجی شریف میں حاضری: ہالیجی شریف بہت قدیمی درگاہ ہے، جس کی بنیاد حضرت حماد اللہ ہالیجویؒ نے رکھی۔ حضرت ہالیجویؒ اور خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ ہالیجی شریف پر مستقل مضمون آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)

تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن

جمعیت پنجابی سوداگران دہلی ہال، دہلی کالونی میں

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا خطاب

ضبط وترتیب: مولانا محمد قاسم

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

آج کل ملک میں ایک اہم ایشو کے طور پر مسئلہ زیر بحث ہے اور وہ ہے جناب ممتاز قادری کی شہادت کا، آج کی مجلس میں میری انتصار کے ساتھ تمام تر گفتگو صرف اسی مسئلہ کے اردگرد رہے گی۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ ملک کے اندر اس وقت تعزیرات کا جو قانون نافذ ہے' جسے ''تعزیرات پاکستان'' کہتے ہیں' پہلے اس کا نام ''تعزیرات ہند'' تھا اور اس سے پہلے اس کا نام ''تعزیرات برٹش'' تھا۔ برٹش گورنمنٹ نے جس وقت اس خطہ پر قبضہ کیا تو وہی برٹشیہ تعزیرات لاکر ''تعزیرات ہند'' کے نام سے نافذ کیں، پاکستان بنا تو انہی ''تعزیرات ہند'' کی ایک کاپی یہاں لاکر اسے ''تعزیرات پاکستان'' کا نام دیا گیا۔ خدانہ کرے کہ آپ دوستوں میں سے کوئی شخص میری اہانت کرے، اللہ نہ کرے کہ میں آپ میں سے کسی دوست کے ساتھ بدتمیزی کروں' تو ''تعزیرات ہند'' کی ایک دفعہ ہے، جس کے تحت آپ' میں ایک دوسرے کے خلاف ہتک عزت کا کیس کرسکتے ہیں۔ اس کیس کے ذریعہ قانون کراچی سے لے کر خیبر تک بسنے والے تمام پاکستانیوں کو یہ تحفظ فراہم کرتا ہے کہ آئینی طور پران کی عزت اور ناموس محفوظ ہے۔ آپ حضرات کے ملک میں کوئی شخص اگر عدلیہ کی اہانت کا ارتکاب کرے تو قانون گرفت کرتا ہے' اس پر توہین عدالت کا کیس دائر ہوسکتا ہے، کوئی شخص اگر حساس ادارے یعنی فوج سے متعلق اہانت کا ارتکاب کرے تو اس کے اوپر کیس بن سکتا ہے، کوئی آدمی اگر پاکستان میں جناب قائداعظم کے خلاف بدزبانی کرے تو اس کے خلاف کیس بن سکتا ہے، جو ملک خدا اور رسول کے نام پر لیا گیا' اس ملک میں آپ کی' میری عزت کے تحفظ کا قانون موجود ہے، قائداعظم کی عزت کے تحفظ کا قانون موجود ہے، فوج اور عدلیہ کی عزت کے تحفظ کا قانون موجود ہے تو اگر اس ملک میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کا قانون منظور ہوجائے تو یہ کوئی انہونی اور انوکھی بات نہیں۔

انہی تعزیرات میں پہلے سے ایک دفعہ موجود تھی: ''مقدس مقامات اور مقدس شخصیات کا تحفظ''۔ مقدس مقامات سے مراد مسجد ہے، قبرستان ہے، مندر ہے، گرجا ہے۔ مقدس شخصیات سے مراد ان تمام مذاہب مسلمان، عیسائی، سکھ، ہندو کی جو مقدس شخصیات ہیں' ان کے تحفظ کا قانون! ہوا یہ کہ جناب جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں آپ حضرات کے ''تعزیرات پاکستان'' کی کوئی نئی دفعہ' کوئی نیا قانون نہیں بنا بلکہ پہلے سے موجود ایک دفعہ کی دو تین ذیلی شقوں کا اضافہ ہوا، جن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، انبیاء علیہم السلام، حضرات صحابہ کرام، حضرات اہل بیت اور امہات المومنین کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا قانونی تقاضا پورا کیا گیا۔ آج سویڈن، ناروے، ڈنمارک' گیارہ سے زائد مغربی ممالک میں حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی عزت و ناموس کی مخالفت کرنے والے کے خلاف کیس دائر ہوتا ہے، اگر ان ممالک میں ایک قانون سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لئے جائز ہے تو وہی قانون پاکستان میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے حوالے سے کیوں جائز نہیں؟ لیکن کیا کیا جائے اس ظلم اور زیادتی کا کہ قرآن مجید کہتا ہے: ''وقولھم علی مریم بھتانا عظیما'' (النساء: ۱۵۶) یہودیوں نے سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر تہمت لگائی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نسب پر طعن کیا، برابر پونے چھ سو سال تک وہ پروپیگنڈا کرتے رہے، سیدنا مسیح علیہ السلام کے رفع کے پونے چھ سو سال بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کی ذات پر قرآن مجید نازل ہوا، قرآن مجید نے کہا: ''واصطفک علی نساء العالمین'' (آل عمران: ۴۲) سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی، سیدنا مسیح علیہ السلام کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے چار وکیل چاروں جانب کھڑے ہوئے، خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام، اہل اسلام اور قرآن مجید۔ برابر چودہ سو سال سے ہم سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لئے صفائی کے وکیل کا کردار ادا کررہے ہیں، لیکن کیا کیا جائے اس ظلم اور عدوان اور زیادتی کا کہ مسیحی ہمارا شکریہ ادا کرنے کی بجائے' آج ہم سے اس بات کا لائسنس لینا چاہتے ہیں کہ کائنات کے کسی حصے میں کوئی مسیحی کھڑا ہو کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا ارتکاب کرے تو کسی قانون کی گرفت اس کے گریبان تک نہ پہنچ سکے۔ ہم ان کے نبی کی عزت کے تحفظ کے صفائی کے وکیل بنیں اور ان کی عزت کے ترانے گائیں، اور وہ ہم سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کا لائسنس لینا چاہتے ہیں؟

ان حالات اور واقعات میں ضیاء الحق مرحوم نے

قانون کیا منظور کیا‘پوری مغربی این جی اوز‘یورپی یونین دیوانے ہوکرمیدان میں آئے اورانہوں نے پورازوراس بات پرصرف کیا کہ یہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون پاکستان سے ختم ہوناچاہیے۔

محترمہ بے نظیر بھٹو کے زمانہ میں‘جس وقت وہ ملک کی وزیراعظم تھیں‘ گوجرانوالہ‘ حافظ آبادروڈ پر ایک گاؤں ”لدھے والاوڑائچ“ ہے‘وہاں ایک مسیحی نے رات کے وقت اپنے گاؤں کی دیواروں پر پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وسلم اورسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گالیوں پر مشتمل نعرے لکھے‘ تحریر لکھی‘ وہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا‘پولیس نے اس کے خلاف کیس درج کیا‘چالان مکمل ہوا‘سیشن کورٹ میں کیس کی سماعت ہوئی‘کورٹ نے اسے سزائے موت دی۔اس کے بعد ...آپ دوست جو حالات اور واقعات پر نظر رکھتے ہیں‘وہ مجھ مسکین کی اس بات کی تائید کریں گے کہ... محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان دنوں اپنی پارٹی کے گیارہ‘ بارہ سے زائد وکلا کو ہائی کورٹ کا ایڈہاک جج مقرر کیا تھا‘ان میں ایک تھے رمضان صاحب‘ایک تھے احمد سعید اعوان‘ ایک تھے خورشید‘ ایک تھے عارف اقبال بھٹی اور بھی بہت سارے ہوں گے۔ آگے چل کران کوپھرعدالتی طریقہ کارنے پکانہ کیااور وہ سارے فارغ ہوگئے‘وہ ایک علیحدہ داستان ہے‘ جب ان کو ایڈہاک جج مقرر کیا گیا تو دو جج: ایک خورشید صاحب جواصل ٹوبہ کے رہنے والے تھے‘بعد میں فیصل آبادمنتقل ہوئے‘یہ لاہور کے ایڈہاک جج تھے‘ دوسرے عارف اقبال بھٹی‘ ان دونوں نے محترمہ بے نظیر کو پیشکش کی کہ یہ مسیحی‘ جوسیشن کورٹ سے سزایافتہ ہے‘اس کا کیس کوئی ہائی کورٹ کا جج نہیں سنے گا‘یہ آپ ہمارے سپرد کریں‘انہوں نے ان کو دیا۔چنانچہ آج کیس کی سماعت شروع ہوئی‘شام کے وقت تمام عدالتوں کی چھٹی ہوگئی‘لیکن اس ڈی‘بی کا یہ ڈبل بینچ‘اس کی عدالت میں چھٹی نہیں ہوئی‘کیس کی سماعت مکمل ہے‘فیصلہ کا اعلان نہیں ہوا‘عصر ہوگئی‘ فیصلہ کا اعلان نہیں ہوا‘مغرب ہوگئی‘فیصلہ کا اعلان نہیں ہوا‘عشاء ہوگئی‘فیصلہ کا اعلان نہیں ہوا‘نو بج گئے‘فیصلہ کا اعلان نہیں ہوا‘رات کے دس بجے کے بعد کہیں جاکرفیصلہ کا اعلان کیا گیا‘فیصلہ یہ ہوا کہ اس آدمی کو‘ جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اورسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اہانت پر مشتمل نعرے لکھ رہا تھا‘باعزت بری کردیا گیا۔جب اس کی برأت کا اعلان ہوا‘عین اس وقت ایک کمپیوٹرائز پروگرام کی طرح ایک سرکاری گاڑی عدالت کے اندر آئی‘اعلیٰ آفیسر اس کے اندر موجود تھا‘رات کے وقت ہائی کورٹ نے روپ کار تیار کر کے دی‘یہ گاڑی روپ کار لے کر جیل کے اندر گئی‘سپرنٹنڈنٹ جیل رات کے گیارہ بجے انتظار کر رہا ہے‘ادھر روپ کار پہنچی‘ادھر اس نے جیل کا دروازہ کھولا‘ کارروائی مکمل کی اور ملزم کو رہا کردیا گیا۔

برادران عزیز! یہی گاڑی اس ملزم کو لے کر ایئرپورٹ پرگئی‘اسے نہلایادھلایا گیا‘تھری پیس سوٹ پہنایا گیا‘ اسے پاسپورٹ دیا گیا‘جس پر باہرکا ویزالگا ہوا تھا‘ اس آدمی کو کنفرم اینڈری کنفرم ٹکٹ مہیا کیا گیا‘اسے بتایا گیا کہ رن وے پر جہاز تیار ہے‘سیٹ مخصوص ہے‘ وہ آپ کا انتظار کررہی ہے‘یہ آدمی جہاز پر پہنچا‘ایک سرکاری آفیسر نے اس کوڈالروں سے بھرا ہوا بریف کیس پیش کیا۔برادران! مجھے سمجھایا جائے کہ ایک آدمی کا کیس عدالت میں ہے‘ پتہ نہیں ہائی کورٹ کی پیشی کب نکلے گی؟ یہ آدمی جیل میں ہے‘ اس کا پاسپورٹ کیسے بنا‘اس کا ویزا کیسے لگا‘اس کی ٹکٹ کیسے کنفرم ہوئی؟ کیسے انہیں پتہ چلا کہ ہائی کورٹ اتنے بج کر اتنے منٹ پر اس کو بری کرے گی اور یہ وہاں سے رات ہی رات رہا ہو کر ایئرپورٹ پر اس فلائٹ کو پکڑنے کی پوزیشن میں ہوگا؟ حالات اور واقعات یہ بتاتے ہیں کہ جس طرح اس کی تیاری کرنے کے لئے پاسپورٹ تیار کیا گیا‘ویزالگوایا گیا‘ ٹکٹ خریدا گیا‘اس کے ٹکٹ کو کنفرم کرایا گیا‘اس کی سیٹ ریزرو کی گئی‘جہازانتظار میں ہے‘جس طرح یہ ساری تیاری کے مراحل تھے کہ ادھر فیصلہ ہوا‘ ادھر ایک سرکاری گاڑی آگئی‘ایک سرکاری افسر آگیا‘ رات کے وقت روپ کار تیار ہوئی‘رات کے وقت جیل کا سپرنٹنڈنٹ -جب پوری دنیا کی جیلیں بند تھیں- یہ جیل کادروازہ کھولے انتظار کر رہا ہے کہ آج ہم نے اس مہمان کو رخصت کرنا ہے۔

کوئی بڑے سے بڑا اپنے باپ کو بھی اس طرح اہتمام کے ساتھ بری کراکے باہر نہیں بھیجتا‘ جس طرح ہماری حکومت نے اہانت رسول کرنے والوں کو باپ سے زیادہ پروٹوکول دے کر رہا کیا۔ اس ایک ملزم کو رہا نہیں کیا گیا‘اہانت رسول کرنے والے کو پروٹوکول نہیں دیا گیا بلکہ اس کیس کے ذریعہ کراچی سے لے کر خیبر تک پورے ملک کے بے دین طبقہ کو یہ پیغام دیا گیا کہ اگر تم باہر کا ویزا حاصل کرنا چاہتے ہو تو شارٹ کٹ راستہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے جاؤ‘اور باہر کے ویزے حاصل کرتے جاؤ‘ اور یہ حقیقت ہے کہ اس واقعہ کے بعد پورے ملک میں اہانت رسول کے واقعات کا سیلاب آگیا‘ایک کیس سے فارغ نہیں ہوتے تھے‘ دوسرا قضیہ کھڑا ہوجاتا‘ وہ پیشی بھگت کر نہیں آئے‘ تیسری پیشی تیار ہے۔ ان حالات اور واقعات نے ملک عزیز کو معاذاللہ! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے حوالہ سے تنگ بنادیا‘جہنم کدہ بنادیا‘ہر طرف سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور یہ تمام تر اقدام کرنے والے ہمارے حکمران تھے۔

پھر جن لوگوں نے اس مسیحی کو رخصت کیا تھا‘یہ

بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ جو عارف اقبال بھٹی تھا جس کو ہائی کورٹ کا جج کہتے ہیں‘اس کا انجام کیا ہوا؟ بھری عدالت میں ایک اندھی گولی آئی، اس کے سینے کے اندر پیوست ہوئی، ہائی کورٹ کی عدالت میں بیٹھا ہوا‘وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ ہائے میرے اللہ! ایک ملزم کو گرفتار کیا گیا، اسی ہائی کورٹ نے اس کو بری کر دیا، آج وہ باہر پھر رہا ہے۔ جن حکمرانوں نے اس مسیحی کو رہا کیا تھا‘ان کا کیا ہوا؟ میں اس پر بھی کوئی دلائل نہیں دیتا، حقائق آپ کے سامنے ہیں۔ اور وہ جو خورشید بھٹی تھا‘عدالت میں ملازمت کے دوران اس کے اوپر کرپشن کا کیس بنا، انکوائری بیٹھی، اس سے تمام تر عدالتی اختیارات واپس لے لئے گئے، خارش زدہ جانور کی طرح سارا دن بیٹھا اپنے زخموں کو چاٹتا رہتا تھا۔ برادران عزیز! اسے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے کیس دینے سے انکار کر دیا، کمیٹی بیٹھی، کمیشن بیٹھا، جرم ثابت ہوا، ”یک بنی دو گوش“ اسے پکڑ کر ملازمت سے دستبردار کیا گیا، باہر نکالا گیا، واپس آیا اپنے گھر میں، باہر گارڈ لگی ہے، جتنا عرصہ زندہ رہا‘ ایک دن گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں کر پایا، بالآخر وقت آیا کہ اسے ہارٹ اٹیک ہوا، جنازہ اس کا باہر آیا۔ ابھی تو یہ دنیا کا عذاب ہے،

”ولعذاب الآخرۃ اکبر“ (القلم:۳۳)

جس دن سے یہ قانون تحفظ ناموس رسالت بنا ہے‘ آج تک ایک ملزم کو سزا نہیں دی گئی۔ کیوں؟ پاکستان کے چالیس سیشن جج حضرات نے ان ملزمان کو سزا سنائی، وہ چالیس سیشن جج حضرات کے فیصلے بارہ سو صفحے سے زیادہ کی کتاب میں آپ کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کر دیئے ہیں، لیکن جس وقت ان کی اپیلیں ہائی کورٹ میں گئیں یا انہوں نے اڑا دیں یا سپریم کورٹ نے اڑا دیں۔ مجھے یہ بات سمجھائی جائے کہ کیا یہ چالیس کے چالیس جج نااہل تھے؟ اگر یہ نااہل تھے تو پھر اپنے عدلیہ کے معیار کا تم سے سوال ہے، تمہیں اس پر سوچنا چاہئے اور اگر ان کے فیصلے صحیح تھے، ہائی کورٹ نے ان کو کیوں اڑایا؟ میں یہ کہوں تو بے جا نہیں ہوگا کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ نے تو لگتا یہ ہے‘ جیسے قسم اٹھا رکھی ہو کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے گالی دینے والوں کو ہم نے سزا نہیں دینی۔ ان کے اس رویے کی وجہ سے، دور نہ جائیں، برادران! ضلع شیخوپورہ کی تحصیل کا نام تھا ننکانہ، آج کل وہ مستقل ضلع ہے، اس ننکانہ کے ایک گاؤں کا نام ہے چک نمبر ۳۰ اٹھ والی، وہاں پر فالسہ کا باغ تھا، گاؤں کی خواتین مل کر مزدوری کرنے کے لئے فالسہ کا پھل توڑ رہی تھیں، ان میں ایک عیسائی خاتون تھی جس کا نام آسیہ مسیح تھا، گفتگو کے دوران اپنی ہم جولی عورتوں میں اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا ارتکاب کیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی۔ گاؤں کی عورتیں بے چاری کیا کرتیں؟ روتی دھوتی اپنے گھروں کو واپس آ گئیں، اپنے گھر والوں کے سامنے واقعہ کا اظہار کیا، شور اٹھا، رات کو نمبردار نے پورے گاؤں کی پنچائیت بلائی، آسیہ مسیح کو بلایا گیا، اس نے پوری پنچائیت کے سامنے تسلیم کیا کہ میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے، میں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کا ارتکاب کیا ہے، لیکن میں معافی چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بی بی! اب معافی نہیں، اب تو تمہیں سزا بھگتنا ہوگی۔ اس کو پکڑا، پوری پنچائیت‘ پورا گاؤں چل کر تھانہ گیا، کیس درج ہوا، اور کیس بھی ایسے نہیں، گاؤں والوں نے درخواست دی، پولیس نے ڈسٹرکٹ اٹارنی کو رپورٹ کے لئے بھیجا، اس نے رائے دی کہ اس کے خلاف کیس درج ہو سکتا ہے، پھر کیس درج ہوا۔ ایس پی شیخوپورہ نے ــ اس زمانے میں ایس پی ہوتے تھے‘ آج کل ڈی پی او ہیں۔ تفتیش مکمل کی، اس کے سامنے بھی اس خاتون نے جرم کا اعتراف کیا۔ چالان مکمل ہونے کے بعد کیس سیشن کورٹ گیا، سیشن کورٹ نے اس کو سزائے موت سنائی۔ اس زمانے میں ہمارے پنجاب کا گورنر سلمان تاثیر اپنی دو نوجوان بیٹیوں کو لے کر اس خاتون کو ملنے کے لئے جیل آیا، پورے ملک میں اور کسی قیدی کو وہ ملنے کے لئے نہیں گیا، مجھے بتایا جائے کہ یہ اس کی ماں لگتی تھی یا اس کی بچیوں کی یہ دادی لگتی تھی؟ کیا وجہ ہے؟ کیوں یہ ظلم ہو رہا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والوں کو سزا دی جائے تو صوبہ کا گورنر اس کے استقبال کے لئے جائے؟ گورنر نے وہاں جا کر قانون کو پاؤں تلے روندا، مسلا، مسخ کیا، قانون کا مذاق اڑایا۔ تقاضا یہ تھا کہ سیشن کورٹ کے فیصلے کے بعد اس کی اپیل ہائی کورٹ میں جانی چاہئے تھی، ہائی کورٹ فیصلہ برقرار رکھتا تو سپریم کورٹ میں اپیل جانی چاہئے تھی، سپریم کورٹ فیصلہ کو برقرار رکھتا تو سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست ہونی چاہئے تھی، وہ بھی مسترد ہو جاتی پھر رحم کی اپیل کا مرحلہ آتا تھا۔ اس نے وہاں کھڑے ہو کر ہائی کورٹ کو بائی پاس کیا، سپریم کورٹ کو بائی پاس کیا، سرکاری وکیل کو بلایا کہ تم درخواست تیار کرو، میں اس کی درخواست لے کر صدر مملکت کے پاس جاتا ہوں، اس کی رہائی کے آرڈر لے کر آتا ہوں۔ برادران! یہ باہر نکلا، دروازے کے اوپر الیکٹرونک میڈیا، پرنٹ میڈیا کے نمائندگان کھڑے ہوئے تھے، ٹک ٹک کیمرے چلنے لگے، اس نے وہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے قانون کو ”کالا قانون“ کہا، اس قانون کو امتیازی قانون کہا، دنیائے جہان کی کوئی ایسی گالی نہیں جو اس نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے تحفظ کرنے والے قانون کو نہ دی ہو، اس نے یاوہ گوئی کا ریکارڈ قائم کیا۔ (جاری ہے)

قادیانی جماعت کے لاہوری گروپ کا عقیدہ

جناب محمد متین خالد

۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد حکیم نورالدین خلیفہ بنا۔ ۱۹۱۴ء میں اس کے مرنے کے بعد قادیانی جماعت میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ مرزا قادیانی کا دیرینہ دوست مولوی محمد علی لاہوری چاہتا تھا کہ وہ قادیانی خلافت کا زیادہ حق دار ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کے خاندان والے چاہتے تھے کہ ''خلافت'' خاندان سے باہر نہ جائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا محمود اس قادیانی گدی پر سوار ہوگیا۔ اس کے بعد محمد علی لاہوری اپنے ساتھیوں سمیت قادیان چھوڑ کر لاہور آ گیا اور یہاں اپریل ۱۹۱۴ء میں ''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام'' کے نام سے نئی تنظیم بنا کر کام شروع کردیا۔ لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے کہ ہم مرزا قادیانی کو دوسرے مجددوں کی طرح ایک مجدد مانتے ہیں۔ حالانکہ محمد علی لاہوری مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت ورسالت کو نہ صرف مانتا تھا بلکہ پورے زور و شور کے ساتھ اسکی تبلیغ وتشہیر بھی کرتا تھا۔ اس نے پورے زورِ قلم کے ساتھ اپنے پرچہ میں تحریر کیا:

□ ''اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لیے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے، وہ بھی شہرت پسند نہیں بلکہ ایک عرصہ دراز تک جب تک اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت توبہ لیں آپ کو کسی سے کچھ سروکار نہ تھا اور سالہا سال تک گوشہ خلوت سے باہر نہیں نکلے، یہی سنت قدیم سے انبیاء کی چلی آئی ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد ۵، شمارہ نمبر ۴، صفحہ ۱۳۲، اپریل ۱۹۰۶ء)

□ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کردیے لیکن آپ کے متبعین کامل کے لیے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد ۵، شمارہ نمبر ۵، صفحہ ۱۸۶، مئی ۱۹۰۶ء)

□ ''الغرض جو شخص ذرا بھی تدبر سے کام لے گا، اس کو اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا کہ حضرت مرزا غلام احمد اسی پاک گروہ میں سے عظیم الشان فرد ہے جو انبیاء کے نام سے ممتاز ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد ۹، شمارہ نمبر ۷، صفحہ ۲۵۲، جولائی ۱۹۱۰ء)

□ جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دی جاتی بلکہ اسے ہلاک کر کے نیست ونابود کردیا جاتا ہے...... اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا۔ پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا بلکہ صادقوں اور سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے، اس کی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا اور اس کے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہوسکتا اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہوسکے گی۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد ۷، شمارہ نمبر ۷، صفحہ ۲۹۴، جولائی ۱۹۰۸ء)

□ ''سب سے اول یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے، دو باتوں پر زور دیا ہے، اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں اور دوسرا یہ کہ اُس کی نبوت کو اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کرلیں۔ چنانچہ قرآن شریف کے پڑھنے والے پر یہ امر پوشیدہ نہیں۔ ان میں اول الذکر امر تو اس کے مشن کا اصل مقصد ہوتا ہے اور ثانی الذکر کا تسلیم کرنا اس کے واسطے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کو ماننے کے پیدا نہیں ہوسکتا...... سو یاد رکھنا چاہیے کہ بعینہٖ اُسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ سو آپ کا اپنے دعوے کو پیش کرنا اس لیے نہیں کہ یہ آپ کے مشن کا اصل مقصد ہے بلکہ یہ تو ایک ذریعہ اس مقصد تک پہنچنے کا ہے۔ چنانچہ اس امر کو آپ بارہا اپنی تحریروں اور تقریروں میں بیان کرچکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی میرے مامور فرمانے سے غرض تو صرف یہ ہے کہ تا لوگوں کو اس کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا ہو اور وہ گناہ سے نجات حاصل کریں۔ باقی رہا موت مسیح کا مسئلہ یا ایسے ہی اور مسائل یہ تو اتفاقی بحثیں ہیں جو درمیان میں آگئی ہیں۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد ۴، شمارہ نمبر ۲، صفحہ ۴۶۵، ۴۶۶، دسمبر ۱۹۰۵ء)

□ ''معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق

رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مہدی موعود کے مدراج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے، خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے، حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ہم حضرت مسیح موعود ومہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔“(پیغام صلح ۱۶؍اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۲)

□ ”ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود یعنی (مرزا قادیانی) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لیے دنیا میں نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔“(اخبار پیغام صلح جلد ا، شمارہ نمبر ۲۵، صفحہ ۳، ۷؍ستمبر ۱۹۱۳ء)

ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ قادیانیوں کی لاہوری جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کو ”مسیح موعود“ مانتی ہے۔ جبکہ ”مسیح موعود“ نبی ہوں گے۔قرآن وحدیث کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے جبکہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن وسنت میں جس مسیح کے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور آچکا ہے۔اس تناظر میں بھی لاہوری جماعت مرزا قادیانی کو نبی مانتی ہے۔۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کی کارروائی کے دوران اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے لاہوری گروپ کے صدر، صدر الدین پر جرح کرتے ہوئے نہایت دلچسپ نکتہ اُٹھایا کہ آپ (لاہوری جماعت) ۱۹۱۴ء تک قادیانی عقائد پر ڈٹے رہے۔۱۹۱۴ء میں قادیانی جماعت کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کے بعد خلیفہ کے انتخاب پر آپ کا جھگڑا ہوا۔محمد علی لاہوری جب خلیفہ نہ بن سکے تو انہوں نے قادیان سے لاہور آ کر اپنی الگ جماعت بنالی اور موقف اختیار کیا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں۔اٹارنی جنرل نے کہا کہ آپ کا جھگڑا خلافت کے مسئلہ پر مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود سے تھا مگر آپ نے سٹیٹس مرزا قادیانی کا کم کر دیا۔یعنی نبی سے مجدد پر لے آئے۔اس پر پورا ایوان کشت زعفران بن گیا۔بقول پروفیسر محمد الیاس برنی:

”قادیانیوں کی ان دونوں جماعتوں میں درحقیقت کوئی فرق نہیں بلکہ یہ اختلاف اور نزاع صرف اقتدار کا ہے۔اگر مولوی محمد علی کو مرزا محمود کی جگہ خلافت مل جاتی تو وہ بھی وہی کہتا جو عام قادیانی کہتے ہیں۔...... ان دونوں جماعتوں (ربوی جماعت اور لاہوری جماعت) میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کا رنگ گہرا اعنابی اور دوسرے کا ہلکا گلابی ہے۔ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتا۔اس سے معلوم ہوا کہ ان میں اختلاف حقیقی نہیں بلکہ بناوٹی ہے۔“ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی)

قادیانی جماعت کا دوسرا خلیفہ مرزا محمود، لاہوری قادیانیوں کی منافقت کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتا ہے:

□ ”مفتی محمد صادق صاحب ومولوی صدر الدین صاحب یکے از رفقائے مولوی محمد علی ایک تبلیغی دورہ پر بھیجے گئے تھے۔اس دورہ کے دوران میں مولوی شبلی صاحب نعمانی بانی ندوہ سے بھی ان کو ملاقات کا موقع ملا۔سلسلہ گفتگو میں حضرت مسیح موعود کی نبوت کا بھی ذکر آیا اور جناب مولوی شبلی صاحب کے سوال پر ان صاحبان نے جواب دیا کہ ہم مرزا صاحب کو لغوی معنوں میں نبی مانتے ہیں۔گو یہ جواب درست تھا۔ کیونکہ لغوی معنے اور شرعی اصطلاح ایک ہی ہے۔مگر چونکہ یہ جواب ایک رنگ اخفاء کا رکھتا تھا۔اور اس طرف اشارہ ہوتا تھا کہ گویا خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی کے کچھ اور معنے ہیں۔مجھے ناپسند ہوا اور مجھے خوف ہوا کہ یہ طریق جماعت میں عام نہ ہو جائے خصوصاً جبکہ میں نے دیکھا کہ اس سال چند دنیاوی تحریکوں (مثلاً مسلم یونیورسٹی) کی رو میں بہہ کر بعض احمدی اپنے مرکز سے ہٹ رہے ہیں تو میں اس جواب سے اور بھی ڈرا اور میں نے چاہا کہ سالانہ جلسہ کے موقع پر خاص طور پر اپنی جماعت کو توجہ دلاؤں۔حضرت خلیفہ اول اس تقریر کے موقع پر موجود نہ تھے مگر خواجہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب موجود تھے۔ان لوگوں کی موجودگی میں تمام جماعت کے روبرو میں نے اس موضوع پر تقریر کی اور میری یہ تقریر اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ میں ہمیشہ حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتا رہا ہوں۔چند فقرات اس تقریر کے جو ۱۹؍جنوری ۱۹۱۱ء کے پرچہ بدر میں شائع ہو چکی ہے، میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

”وہی خدا ہے، جس نے اپنے فضل سے تمہیں توفیق دی کہ تم ایک نبی کی اتباع کرو۔“(بدر جنوری ۱۹۱۱ء، صفحہ ۶، کالم ۳)

پھر احمدیوں اور غیر احمدیوں کے متعلق لکھا ہے۔

□ ”سوداگروں کے درمیان بھی میں دیکھتا ہوں کہ اگر چہ ایک جنس ہی ہے تو بھی وہ کہتا ہے۔نہیں جی ہمارا غلہ خاص قسم کا ہے اور تم تو دونوں فریقوں میں بین فرق دیکھتے ہو اور پھر تم میں سے بعض ہیں جو کہہ دیتے ہیں کچھ فرق نہیں۔کیا یہ فرق نہیں کہ تم ایک نبی کے متبع ہو اور دوسری قوم ایک نبی کی مکذب ہے۔“ (بدر ۱۹؍جنوری ۱۹۱۱ء، صفحہ ۶)

یہ بھی یاد رکھو کہ مرزا صاحب نبی ہیں اور بحیثیت رسول اللہ کے خاتم النبیین ہونے کے آپ کی اتباع سے آپ کو نبوت کا درجہ ملا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اور کتنے لوگ یہی درجہ پائیں گے۔ ہم انہیں کیوں نبی نہ کہیں۔ جب خدا نے انہیں نبی کہا ہے۔ چنانچہ آخری عمر کا الہام ہے۔ کہ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَ۔ (تذکرہ صفحہ ۷۴۶ ایڈیشن چہارم)

□ ''جو مسیح موعود کے ایک لفظ کو بھی جھوٹا سمجھتا ہے وہ خدا کی درگاہ سے مردود ہے کیونکہ خدا اپنے نبی کو وفات تک غلطی میں نہیں رکھتا۔'' (بدر ۱۹؍ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۷)

□ ''تم اپنے امتیازی نشان کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ کو نبی مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کونسا اسلام پیش کرو گے۔ کیا جو خدا نے تمہیں نشان دیئے جو انعام خدا نے تم پر کیا، وہ چھپاؤ گے۔''

□ ''ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا۔ اگر اس کی اتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرامؓ کے لیے مقرر ہو چکے ہیں۔ (بدر ۱۹؍ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۷)

ان عبارتوں سے میرا مذہب نبوت مسیح موعود کے متعلق بخوبی ظاہر ہے اور یہ تقریر خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اور چونکہ میری تقریر کے بعد صدر انجمن احمدیہ کی رپورٹ سنائے جانے اور چندہ کی تحریک کا وقت تھا اور یہ لوگ انجمن کے عہدہ دار تھے، اس لیے اس وقت خاص طور پر جلسہ میں موجود تھے اور نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت تک ہمیں تمہارے خیالات کا علم نہ تھا۔

غرض ۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹۱۰ء کے دسمبر تک میری مختلف تحریرات اس پر شاہد ہیں کہ میں ہمیشہ سے حضرت مسیح موعود کو نبی مانتا رہا ہوں۔ اس کے بعد ۱۹۱۱ء کے مارچ میں، میں نے ایک مضمون حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کے درجہ کے متعلق لکھا جو اپریل ۱۹۱۱ء کے تشحیذ اور ۴؍ مئی ۱۹۱۱ء کے بدر اور ۱۴؍ مئی ۱۹۱۱ء کے الحکم میں شائع ہوا۔ اور اس کے بعد ایک لمبا سلسلہ مضامین اور تقریروں کا شروع ہو گیا جس کا انکار خود مولوی محمد علی صاحب نے بھی نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۱۲۵، مندرجہ انوار العلوم جلد ۶ صفحہ ۱۲۵ از مرزا بشیر الدین محمود قادیانی)

معروف دانشور جناب شکیل عثمانی اپنے ایک گرانقدر مضمون ''غامدی صاحب کا جواب بیانیہ، دستور پاکستان اور قادیانیت'' میں لکھتے ہیں:

''مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور جماعت احمدیہ لاہور مرزا صاحب کو صرف مجدد نہیں مانتے بلکہ انہیں مسیح موعود بھی مانتے ہیں اور اس نکتے پر احمدیت کی دونوں شاخوں کا اتفاق ہو جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ان کے حکم پر ایک رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان سے جاری کیا گیا اور ان کی ایماء پر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ یہ دو لسانی مجلہ تھا۔ مولوی صاحب برسوں اس کے ایڈیٹر رہے۔ انہوں نے اپنے بیسیوں مضامین میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا اور اشارتاً بھی نہیں لکھا کہ وہ ان الفاظ کو استعارے کے طور پر یا مجازی مفہوم میں استعمال کر رہے ہیں۔ ایسے مضامین کے اقتباسات ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ پہلے عدالت میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا ایک بیان حلفی ملاحظہ فرمایئے:

۱۳؍ مئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک بیان حلفی دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کرے، وہ کذاب ہوتا ہے۔ اگر مرزا صاحب نے کذاب لکھا تو ٹھیک کہا۔ مولوی صاحب اس بیان میں لکھتے ہیں:

□ ''مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے، مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے، اس کے مرید اس کو دعوے میں سچا، دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔''

(ماہنامہ فرقان قادیان، جلد ۱، نمبر ۱، جنوری ۱۹۴۲ء، ص ۱۵، مباحثہ راولپنڈی، ص ۲۷۲)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے احمدیہ بلڈنگز میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

□ ''مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے، صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے مگر چاہیے مانگنے والا...... ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) وہ صادق تھا، خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔'' (''الحکم'' قادیان جلد ۱، شمارہ ۱۸،۴۲؍ جولائی ۱۹۰۸ء)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی تبلیغی ترک تازیوں کا دائرہ انتہائی وسیع ہے۔ دیکھیے وہ اپنے ایک مضمون میں ہندوؤں سے مرزا صاحب کا تعارف کس طرح کراتے ہیں:

□ ''ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جلد وہ زمانہ آئے کہ ہمارے ہندو بھائیوں کے دلوں پر سے پردے اٹھ جائیں اور ان کو اپنی مذہبی غلطیوں پر بصیرت اور معرفت حاصل ہو جائے اور ان کے سینے اس سچائی کو قبول کرنے کے لیے کھل جائیں جو دین اسلام تعلیم کرتا ہے۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ

آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انہیں دیا گیا تھا، وہ خدا کی طرف سے تھا اور اس کو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں خدا تعالیٰ نے پورا کر دکھایا ہے۔" (ریویو آف ریلیجنز، جلد۳، نمبر۱۱، ص۴۱۱، نومبر۱۹۰۴ء)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

□ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کردیے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کامل کے لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔" (ریویو آف ریلیجنز، ج۴، ص۱۸۶، بحوالہ تبدیلی عقائد، مولوی محمد علی صاحب از محمد اسماعیل قادیانی ص۲۲، مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان)

۱۹۱۳ء میں جماعت احمدیہ کو اندرونی خلفشار کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین صاحب محمود اپنے حامیوں پر مشتمل ایک تنظیم "انصار اللہ" قائم کرچکے تھے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ان کے رفقا (جن کی اکثریت لاہور سے تعلق رکھتی تھی) کے خلاف تھے۔ اُس وقت قادیان کے اخبارات "بدر" اور "الحکم" مرزا بشیر الدین صاحب کے زیر اثر تھے۔ ان حالات میں مولوی محمد علی صاحب کے قریبی رفیق ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ نے (جو بعد کو انجمن اشاعت اسلام لاہور المعروف جماعت احمدیہ لاہور کے معتمد مالیات منتخب ہوئے) لاہور سے ہفت روزہ پیغام صلح جاری کیا۔ اس اخبار کی مالی اور اخلاقی مدد اُن تمام احمدیوں نے کی جو بعد کو جماعتِ احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے۔ یہ شروع سے احمدیوں کے لاہوری فریق کا ترجمان رہا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے:

□ "معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مہدی موعود کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے، خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے، حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔" (پیغام صلح ۱۶/اکتوبر ۱۹۱۳ء ص۲)

اس حلفیہ بیان کے بعد لاہوری جماعت کے اصل عقائد سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری انگریزی ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے ہیں:

"The Ahmadiyya movement stands in the same relation to Islam in which Christianity Stood to Judaism"

ترجمہ: احمدیہ تحریک اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔

(ریویو آف ریلیجنز انگریزی، جلد۵، شمارہ نمبر۵، صفحہ۱۷، مئی ۱۹۰۶ء، واضح رہے کہ یہ ۱۹۰۶ء کی تحریر ہے)

یہ تحریر خود وضاحت کررہی ہے کہ جس طرح عیسائیت اور یہودیت الگ الگ مذہبی اکائیاں ہیں، اسی طرح احمدیت اور اسلام بھی الگ الگ مذہبی اکائیاں ہیں۔ قارئین نوٹ کریں گے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی یہ تحریریں ۱۹۱۴ء سے قبل کی ہیں۔

۱۳/مارچ ۱۹۱۴ء کو مرزا صاحب کے خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب کے انتقال کے بعد احمدیوں کی اکثریت نے مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین صاحب محمود کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ مولوی محمد علی صاحب نے مرزا بشیر الدین صاحب محمود کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ یاد رہے کہ مولوی محمد علی کی مستقل رہائش قادیان میں تھی۔ مرزا محمود صاحب کے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد مولوی صاحب کو سوقیانہ نعروں کا نشانہ بنایا جانے لگا اور انہیں مرزا محمود صاحب کی بیعت نہ کرنے پر کھلے عام فاسق کہا گیا۔ اس طرح مولوی صاحب کا قادیان میں رہنا مشکل ہوگیا۔ جب حالات بہت خراب ہوگئے تو وہ ۲۰/اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان چھوڑ کر لاہور آگئے، جہاں انہوں نے اپنے رفقا کے اشتراک سے الگ جماعت قائم کی۔ یہ تھا اصل اختلاف جس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ لاہور کا قیام عمل میں آیا۔ ایک صاحب دانش کی رائے کے مطابق اپنی علیحدگی کے جواز کی فراہمی، جماعت قادیان سے بغض اور مسلمانوں کی ہمدردیوں کا حصول، وہ محرکات تھے جن کے تحت مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ان کی جماعت نے اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع کا اعلان کیے بغیر یہ کہنا شروع کیا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں بلکہ مجدد مانتے ہیں۔ (ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل ۱۵/جنوری ۲۰۱۶ء)

لاہوری مرزائی جماعت کے بانی اور موجد مولوی محمد علی لاہوری جب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر ہوتے تھے تو مرزا قادیانی کو "نبی" لکھا کرتے تھے۔ کیا لاہوری جماعت کا کوئی ممبر بتائے گا کہ مولوی محمد علی نے اپنا عقیدہ کب بدلا اور کیوں بدلا؟

☆☆.........☆☆

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

فضائل ومناقب

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

حضرت خدیجۃ الکبریٰ، وہ بلند مرتبہ خاتون ہیں جنہیں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولین زوجہ محترمہ کا شرف حاصل ہوا۔اس منصب کے باعث وہ ''ام المومنین'' کہلائیں اور وہ سب سے پہلی انسان تھیں جنہوں نے آخری نبی کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائیں۔آپ کے دادا ''اسد بن عبدالعزیٰ'' عرب کے سب سے محترم قبیلہ قریش کے نامور سرداروں میں سے تھے،آپ کے والد ''خویلد بن اسد''معروف تاجر تھے اوران کی بہن ''ام حبیب بنت اسد'' آپ کی ننھیالی بزرگ خواتین میں سے تھیں اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی والدہ محترمہ کا نام ''فاطمہ'' تھا اور ان کا شجرہ نسب تیسری پشت میں حضرت آمنہؓ سے مل جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت خدیجہ الکبریٰ دو شوہروں،ابوہالہ مالک التمیمی اور عتیق المخزومی سے بیوہ تھیں۔ان دونوں شوہروں سے آپ کی اولادیں بھی تھیں۔ قریش میں حضرت خدیجہ کا ایک جداگانہ مقام تھا، انہیں امیر القریش، طاہرہ اور خدیجہ الکبریٰ کے اسماء سے یاد کیا جاتا تھا۔والدین کی وفات کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ نے خاندانی کاروبار تجارت کو سنبھالا اور اسے وسعت دی۔اپنے وسیع وعریض کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع سے آپ سرزمین مکہ کے غرباء ومساکین ،یتیم اور بے سہارا اور مریض ومفلوک الحال لوگوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔آپ کے حالات زندگی میں آپ کے ایک چچازاد کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے،یہ ورقہ بن نوفل تھے جو قبائل عرب کے چند پڑھے لکھے لوگوں میں شمار ہوتے تھے اوران دونوں بزرگوں یعنی ورقہ بن نوفل اور حضرت خدیجہ کی مشترکہ صفت یہ بھی ہے کہ دونوں موحد تھے یعنی اپنی پوری زندگی میں انہوں نے کبھی بھی بتوں کی پوجا نہیں کی تھی۔حضرت خدیجہ اپنے تجارتی قافلوں کے ساتھ خود نہیں جاتی تھیں بلکہ اجرت پر رکھے گئے افراد کو بھیجا کرتی تھیں۔اب کی بار انہیں شام کی طرف جانے والے اپنے قافلے کے لئے کسی بھروسہ مند انسان کی تلاش تھی۔ابوطالب کی سفارش پر حضرت خدیجہ نے یہ قافلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا اور اپنا غلام میسرہ بھی ہمراہ کردیا۔واپسی پر میسرہ نے آپ کے حسن معاملات کی بے حد تعریف کی اور حضرت خدیجہ کو جتنے منافع کی توقع تھی اس سے دو چند نفع حاصل ہوا۔یہ پہلا باہمی تعارف تھا جو دائمی تعلق کا مقدمہ ثابت ہوا۔

حضرت خدیجہ نے اپنی ایک سہیلی ''نفیسہ'' کے ذریعے آپ کو نکاح کی پیشکش کی، آپ نے اپنی غربت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے محدود وسائل شادی کی اجازت نہیں دیتے۔نفیسہ نے جواب دیا کہ میں جس خاتون کا پیغام لائی ہوں وہ بہت مالدار ہیں،استفسار پر نفیسہ نے خدیجہ الکبریٰؓ کا نام لیا۔آپ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب سے بات کی تو وہ مان گئے۔مقررہ تاریخ پر آپ اپنے چچاؤں،خواتین خانہ اور

مساجد کیلئے مکمل ساؤنڈ سسٹم
نہایت مناسب قیمت پر دستیاب ہے

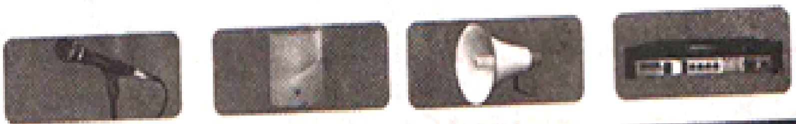

نیو مہران اسپیکر ہاؤس
دکان نمبر 11 سرحد چیمبر سرمد روڈ صدر کراچی فون 021-35621878 موبائل 0321-2581321

قریش کے دیگر قابل ذکر افراد کے ساتھ حضرت خدیجہ کے گھر تشریف لائے، یہاں شادی کا ساں تھا، بھیڑیں ذبح کر کے کھانا تیار کیا گیا تھا۔ کھانے کے بعد قریش کی عرب رسومات کے مطابق شادی کا عمل شروع کیا گیا۔ حضرت خدیجہ کے والد چونکہ انتقال فرما چکے تھے اس لئے ان کے چچا عمر بن اسد نے دلہن کے ولی کا کردار ادا کیا۔ عرب روایات کے مطابق حضرت ابوطالب کھڑے ہوئے اور شکرانے کے روایتی الفاظ کے بعد میں اونٹوں کے حق مہر کے عوض اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ کے لئے حضرت خدیجہ کا ہاتھ مانگا۔ ورقہ بن نوفل نے جواب میں روایتی الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس نکاح کو قبول کرنے کا اعلان کیا۔ حضرت ابوطالب نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچا کی طرف دیکھا تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر اس نکاح کی قبولیت کا اعلان کر دیا اور اس طرح تاریخ انسانی کا یہ خوش قسمت ترین جوڑا نکاح کے بندھن میں بندھ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) برس کی تھی اور حضرت خدیجہ اپنی عمر گزشتہ کی چالیس (۴۰) بہاریں دیکھ چکی تھیں۔ دولہا اور دلہن دونوں کو حضرت ابوطالب کے ہاں لے جایا گیا۔ وہاں حضرت ابوطالب نے دو اونٹ ذبح کیے ہوئے تھے اور کل قریش کے لئے دعوت طعام تیار تھی۔ شادی اور مہمانوں سے فراغت کے بعد حضرت ابوطالب نے دولہا اور دلہن کو بلایا انہیں پیار کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس کی توفیق سے انہوں نے اپنے یتیم بھتیجے کی سرپرستی کا حق ادا کر دیا تھا اور اپنی جملہ ذمہ داریوں سے با حسن سبکدوش ہو چکے تھے۔ کچھ دن یہ خوش قسمت جوڑا حضرت ابوطالب کے ہاں قیام پذیر رہا اور پھر حضرت خدیجہ کے گھر میں منتقل ہو گئے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے آپ کے چھ بچے ہوئے، بڑے بیٹے کا نام قاسم تھا جس کے باعث آپ کی کنیت ''ابوقاسم'' تھی۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت مت رکھا کرو۔ ''قاسم'' بہت چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تھے۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ آپ کی بیٹیاں اور جنت کی شہزادیاں ہیں جب کہ ایک اور بیٹا عبداللہ بھی اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوا۔ بی بی پاک فاطمہ کے سوا ساری اولادیں آپ کی حیات طیبہ کے دوران ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گئی تھیں۔ حضرت خدیجہ کے گھر میں دو اور بچے بھی پرورش پا رہے تھے، ایک حضرت علی بن ابی طالب، کیونکہ حضرت ابوطالب کے ہاں کثیرالعیالی کی وجہ سے غربت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے تو ان کے چھوٹے بیٹے کی پرورش آپ نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ جبکہ دوسرا بچہ حضرت زید بن حارث تھے جو پہلے تو غلام تھے لیکن بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اس سارے گھرانے پر حضرت خدیجہ کا دست شفقت و سایہ عاطفت تھا۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر سال کا ماہ رمضان گزارنے کے لئے مکہ سے باہر ایک پہاڑ پر غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ انہیں اس دوران تنہائی میسر رہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اپنے محبوب شوہر کی کشش میں پہاڑی پر چڑھ آتی تھیں لیکن غار سے چند قدم نیچے ہی بیٹھ جاتیں تاکہ تنہائی میں خلل نہ ہو۔ اس دوران وہ آپ کے خورد و نوش کا بھی اہتمام کرتی تھیں۔ ایک بار رمضان کی آخری راتوں میں آپ نصف شب اچانک گھر میں وارد ہوئے، آپ بے حد گھبرائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مجھے کمبل اوڑھاؤ، مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر چادر اوڑھائی، جب طبیعت اقدس سنبھلی تو عرض کی کہ احوال بتائیے۔ دراصل یہ پہلی وحی کے نزول کا موقع تھا۔ آپ اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھے اور اس واقعے کے بعد بڑی سرعت سے پہاڑ سے اترتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چلے۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے ملاقات کی تفصیل بتائی تو حضرت خدیجہ نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور پھر ان الفاظ میں آپ کی تسلی فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور آپ کو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رکھے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، انجانوں کے ساتھ بھلا کرتے ہیں، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے ہیں'' اس واقعے کے بعد ورقہ بن نوفل نے بھی آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ آنے والے دن اپنے ساتھ اذیت و مصائب کا ایک طوفان ساتھ لائے جب کل قریش آپ کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہؓ نے ہر مشکل میں آپ کا ساتھ دیا،

اپنی دولت بے دریغ خرچ کر ڈالی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ غریب نومسلموں پر اپنے وسائل خرچ کرتی تھیں، نومسلم غلاموں کی آزادی پر بڑی بھاری رقوم خرچ کر دیتی تھیں اور جیسے جیسے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انفاق فی سبیل اللہ میں بھی اضافہ ہوتا جاتا۔ یہاں تک کہ مقاطعہ قریش کے دوران جب مسلمانوں کو تین سالوں کے لئے شعب ابی طالب میں قید کر دیا گیا تھا، ان سخت ترین ایام میں بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی مدد کے راستے تلاش کرتی رہتیں اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتیں تھیں۔ نبوت کے دسویں سال خانہ نبوت کا یہ ماہتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ آپ کو مکہ مکرمہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں دفن کیا گیا۔ راقم الحروف جتنی بار بھی مکہ گیا روزانہ باقاعدگی سے امت کی اس ماں کی مرقد انور پر حاضری دیتا رہا۔

ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت اقدس ہوئے، جب حضرت خدیجہ الکبریٰ زندہ تھیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ کو سلام بھیجا ہے اور میں بھی انہیں سلام کہتا ہوں، اس کے بعد جبرئیل نے کہا کہ انہیں بشارت دے دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے لئے ایک شاندار، خوشنما اور پرسکون محل موتیوں سے تیار کیا ہے اور اس میں کوئی بھی پتھر کا ستون نہیں ہے''۔ یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں، سب سے اولین ام المومنین ہیں یعنی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انہیں سے نکاح کیا اور ان کے ہوتے ہوئے کوئی عقد ثانی نہیں کیا۔ ایک بار آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ''حضرت خدیجہؓ سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی، وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا، انہوں نے اس وقت میری مالی مدد کی جب باقی لوگوں نے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور ان سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد دی جو کسی اور بیوی سے نہیں ملی۔'' جس سال حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی اس سال کو ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سانحہ نبی علیہ السلام کے لئے بہت بڑے غم کا باعث بنا تھا، اسی سال آپ کے عزیز ترین چچا حضرت ابوطالب بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

☆☆..........☆☆

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
فیصل
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
معجونِ قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزا کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگر موتھ	مغز بندق	آرو خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	بج	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اکر	الائچی خورد	پنج کا گنج	تخم فالودہ
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	پنج مشک چہ	
ورق نقرہ	گوند کیکر	بزموتے	زنجبیل	ماکھ	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کنولی	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

33 اجزاء

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری 0314-3085577

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی موثر اور مفید ہے۔
قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	دروغ عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جو ہر مرجان	مغز تربوز
گل گاؤ زبان	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

فیصل FOODS ستارہ لائنز ڈی گراؤنڈ سپلائز کالونی فیصل آباد

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- دفاتر ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمہ اللہ
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ
خواجہ عزیز احمد رحمہ اللہ
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 061-4583486, 061-4783486

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. **PK68ABPA0010010964680019**

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. **PK45ABPA0010010964710018**

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.